

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۲

# قبر پرستی اور سماع موتی

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

مصنف

محمد قاسم خواجہ

ناشر

فون: ۶۲۲۳۶۴۴

گر جاکھی کتب خانہ لاہور



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْاِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

کسی بھی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر نہ چھوڑو!  
(پیغمبر خدا کا حکم مسلم ص ۳۱۲)

# قبر پرستی اور سماع موتی

از  
محمد قاسم خواجہ



ناشر

ادارہ احیاء السنۃ - گھر حاکم  
گوجرانوالہ

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## انتساب

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت معین الدین اجمیریؒ۔  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ۔ اور حضرت علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش  
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام جو اس خاکسار کے حُسن ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ  
کے نیک اور موعود بندے تھے مگر ان کے جعلی عقیدت مندوں اور اسلام کے  
نادان دوستوں نے ان کی قبروں کو مندروں اور شوالوں کی حیثیت دے ڈالی  
ہے۔

اللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَاتَهُم لَّا يَعْلَمُونَ -

# کچھ کتاب کے بارے میں

یہ مضمون ہفت روزہ الاعتصام کی کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس پر استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور پھر انہی کے حکم سے اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کا پیش لفظ بھی انہوں نے ہی تحریر فرمایا۔ یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ بعض دوستوں کی فرمائش پر اسے قدرے اضافہ کے ساتھ دوبارہ زبور طبع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

آخر میں ایک اور مضمون مسئلہ سماع موتی بھی شائع ہوا ہے۔ اُمید ہے قارئین اس حقیر کوشش کو پسند فرمائیں گے۔

محمد قاسم خواجہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 از قلم جناب شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب امیر جمعیتہ الحدیث مغربی پاکستان

## پیش لفظ

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجاً - يسبح الله ما في السموات وما في الارض الملك القدوس العزيز الحكيم هو الذي بعث في الامم رسلاً منهم فيلذ عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين - محمد رسول الله والذين معه اشهد على الكفار رحماً بينهم تراهم رجوعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً سيما هم في وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل -

## انبیاء کی تعلیمات میں تنوع

قرآن عزیز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی فرما کر انسان پر نوازش کی ہے - بادشاہوں کے پرشکوہ ایوانوں سے شروع ہو کر فقراء کے چھوٹیڑوں تک اس کا فیضان پہنچا ہے قرآن عزیز کے تاریخی حصوں میں جہاں انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی سرگذشت کا تذکرہ ملتا ہے وہاں انبیاء علیہم السلام کے مختلف فرائض پر بھی روشنی پڑتی ہے جن کو انہوں نے انسانی معاشرہ کے عروج و زوال اور ترقی و انحطاط کے متعلق بخوبی نبایا - بدکاری سے روکا - بدکرداری سے منع فرمایا - باپ تول میں بے اعتدالی پر سرزنش فرمائی - راستوں میں بیٹھ کر مسافروں سے

چھڑ چھاڑ کرنے پر دعیہ فرمائی۔ شاہراہوں پر بیٹھنے سے جو ذمہ داریاں انسان پر عائد ہوتی ہیں ان کا حکیمانہ تذکرہ فرمایا۔ ان کلمات لایزال فاعلیں قاعطوا الطریق حقہ الحدیث۔ اگر تم کو شاہراہوں پر بیٹھنے کے سوا چارہ نہ ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ کتنا بلیغ فقرہ ہے جس میں شاہراہوں اور سقیفوں کی صورت میں ڈیرے ڈالنے کی کراہت ظاہر فرما کر اجادت دیتے ہوئے انسانی معاشرہ کی بہترین خدمت کے لیے حتمی احکام ارشاد فرمادیے۔ حضرت یوسفؑ اور امراۃ العزیز کی محبت کا تذکرہ اس خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ اس اخلاقی انداز بیان پر ہزاروں ابن مسکوبہ اور دوائی قربان کیے جاسکتے ہیں۔ محبت کی بے عنوانی اور جذبات کی بے اعتدالی کا پورا تذکرہ اپنی پہنائیوں کے ساتھ آگیا۔ لیکن ایک لفظ بھی ایسا نہیں آیا جس پر اخلاق کی محفلیں کوئی مکنتہ چینی کر سکیں۔ اتنا مبسوط تذکرہ جس میں پُر امید محبت کی فراوانی، بے اعتدالیوں اور مایوسیوں کے سیلابہ ابتلا اور استقامت کی یادداشتیں سالہا سال تک جیل کی زندگی قرآن عزیز نے ان تمام حوادث اور سوانح کا ذکر فرمایا لیکن ایک بھی لفظ اور مستحسن لفظ ان واقعات کے اظہار میں نہیں فرمایا ان مصنوعی اور مجازی محبتوں میں ایرانی ادبیات نے عشق کا لفظ بڑی بے تکلفی سے استعمال کیا ہے۔ لیکن قرآن نے اس داستان میں اسے بھراپند نہیں فرمایا۔ قد شغفہا حباً (یوسفؑ کی محبت اس کے دل کی گرائیوں میں اتر چکی تھی) کہہ کر دیا کو کوزے میں بند کر دیا۔ قصہ کوتاہ گشت درندہ درد سرسبار بود۔

## قدر مشترک

انبیاء علیہم السلام کی ماسعی کے اس تنوخ اور نظور کے باوجود ان سب میں قدر مشترک مسئلہ تو جید تھا۔ آدم علیہ السلام کی نبوت اس وقت زندگی کی ضرورتاً تک محدود معلوم ہوتی ہے۔ قابیل کی اخلاقی بے اعتدالی کے علاوہ کسی گناہ



کا سراغ نہیں ملتا۔ جس کی اصلاح حضرت آدمؑ نے فرمائی ہو۔ اور زندگی کی اس تفسیری ابتدا میں شاید انسان شرک کے تصور کو قبول بھی نہ کر سکتا۔ اس لیے کہ ابھی بے عمل اور بدعمل زندگی ہی شروع نہ ہوئی تھی جس کے لیے بزرگوں اور ولیوں کی چوکھٹوں پر سر بسجود ہونے کی ضرورت محسوس ہو اللہ کی توفیق شامل حال ہو انسان اپنی بساط کے مطابق خود دین کی پابندی کرے۔ اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کی اطاعت کے ساتھ حسن عمل اور حسن کردار کا پابند ہو تو اس پر اس قدر مایوسی طاری ہی نہیں ہوتی کہ وہ ان دُنیا کے درباروں اور پیرانی خائفوں پر حبیہ سائی کرے۔ وہ یقیناً اپنے رب کی رحمت پر مطمئن ہوتا ہے اور اُمید رکھتا ہے کہ وہ اس کی دستگیری فرمائے گا اور ان مسماعی کو قبول فرما کر اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھول دے گا۔ یہ شخص بفضلِ خدا بزرگوں سے تَوَلُّل کی بجائے ان کی معیت سے سرفراز ہوگا من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین النعم اللہ علیہم من التبتیین والصدیقین الشہداء والمصلحین وحن اولئک دقیقا (النساء ۷۰) جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے قیامت کے دن انبیاء اہل صدق ارباب شہادت اور صلی کی معیت نصیب ہوگی۔ اور یہ رفاقت بہترین رفاقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ بزرگوں کی معیت سے نوازے وہ تَوَلُّل اور شفاعت کے لیے کیوں مہر گرداں اور بے قرار ہو۔

## طریق کار

انبیاء علیہم السلام نے توحید کی اشاعت کو مؤثر ذہن نشین اور کامیاب بنانے کے لیے اس کار کے طور پر اپنی اطاعت پر پورا زور دیا۔ اس لیے کہ یہ تصور پیغمبر کے ساتھ پوری عقیدت کے بغیر ذہن میں پیوست نہیں ہو سکتا۔ دوسری چیز جس پر بار بار تکرار و تکرار اپنی عمدیت کا اقرار اور اس کی تشبیہ ہے تاکہ خود پیغمبر کے متعلق بھی غیر متوازن تصورات قائم نہ ہو جائیں۔ اور غلو پسند طبائع پیغمبر کو بھی خدا کا شریک نہ بنالیں۔ اس لیے خود اسے عمدیت کی سند عطا فرمائی۔ اور نبوت کی زبان

کے بھی اس کا اعلان کرایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کا محبوب ترین لقب جس سے رفعتوں اور بلندلیوں کی راہیں کھلتی ہیں اسی عبدیت کو قرار دیا گیا۔ لن یسئذکک المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون (النساء ۱۷۲) حضرت مسیح اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اللہ کا بندہ بننے سے قطعی گریز نہیں کرتے۔

یلتقی الروح من امرہ علی من یشاء اپنے بندوں سے جس پر چاہے وحی من عبادہ (المومن ۱۵) نازل فرمائے۔

ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہے وحی بھیج دے۔

(النمل ۳)

سبحان الذی (سرمدی) بعیدہ لیلہ اس نے اپنے بندے کو رات سیر کرائی ربی اسرائیل (

الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتاب والکف (

نعم العیدانہ (اواب (۴۳) ایوب بہترین بندے تھے۔

ذریۃ من حملنا مع نوح انه کان نوح بہتر بندے تھے۔

عبد أشکورا (بنی اسرائیل ۳)

آنحضرت نذراہ ابی و امی اور باقی انبیاء علیہم السلام کے وصف عبدیت سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ نمازیں آنحضرت کی عبدیت کا بار بار اقرار کرایا گیا ہے۔ سورہ شجرہ میں حضرت نوح حضرت ہود، حضرت صالح حضرت شعیب کا تذکرہ یکے بعد دیگرے فرمایا سب نے اسی چیز پر زور دیا فاتقوا اللہ واطیعوا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ نبوت کے اقرار عبدیت کے اعتراف کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر زور دیا ہے۔

## قوم نوح اولیاء پرستی کی موجد

قرآن عزیز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء پرستی کا دورہ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی قوم کو پڑا اور انہوں نے اجتماعی طور پر قرار داد پاس کی کہ وِدّ - سواع - یغوث - یعوق - نسر - ان پانچ بزرگوں کی پرستش کو مت چھوڑنا۔ ان کا یہ فیصلہ ان بزرگوں کے بتوں کی پرستش کے متعلق تھا۔ ہمیں آج تک ان قبوری اور خرافی حضرات کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ قبر پرستی کی اجازت دیتے ہیں بُت پرستی کو ناپسند کرتے ہیں آخر ان دونوں پرستشوں میں فرق کیا ہے؟ بُت پرستی کے متعلق اُس وقت کے صوفی حضرات نے یہی فلسفہ بیان کیا تھا ھُوَلَا شَفَعَاءُ عِنْدَ اللّٰہِ - لَیَقْبُرُوْنَ اِلٰی اللّٰہِ ذَلْفٰی - یہ بزرگ ہمارے لیے اللہ کے ہاں سفارش اور قرب کا موجب ہیں۔ یہی دلیل خرافی حضرات اولیاء اور قبور اولیاء کے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر قرآن عزیز نے اصنام اور اوٹان کے تذلف اور شفاعت کو ناجائز قرار دیا ہے تو قبور کے لیے جواز کہاں سے ثابت ہوا۔ ادھناع و اطوار اور اسماء و القاب کے بدل جانے سے عبادت میں کیا فرق پڑ گیا۔ وہ حرام یہ ثواب۔ ہاں کھ کیف تحکمون۔

قرآن عزیز نے جو شرک کی مذمت فرمائی ہے تو اس کے ظہور کی ایک نہیں کئی صورتیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم نے ستاروں کی پرستش کی۔ بعض نے حضرت مسیح اور حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہہ کر پرستش کے لیے جیلہ بنایا۔ رواسا و عرب لات کی قبر اور بت دونوں کو خدا کا منظر سمجھتے تھے۔ پختہ قبریں بنانے کا رواج بھی موجود تھا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ان کے برابر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے ابوالہیاج کو مامور فرمایا۔ صحابہ میں سے ایک بھی آواز اس کے خلاف نہیں اٹھی۔ آج بزرگوں کے بتوں اور بزرگوں کی قبروں میں کیوں فرق کیا جائے۔ جب ہیا کل اور ملائکہ کی پرستش کے لیے جواز کی کوئی

وجہ نہ بن سکی تو اہل اللہ اہل ان کی قبور کے لیے جواز کا فتویٰ کہاں سے آیا۔ انکار کم خیر  
من اولئکم ام لکم براۃ فی الزبور رقم ۴۳، کام جب یکساں ہے تو حکم میں  
فرق کیسے ہو۔

## زیر تقریظ کتاب

حافظ قاسم سلمہ اللہ ان نوجوانوں میں سے ہیں۔ جن کے خمیر میں نوحید سمودی گئی  
ہے۔ وہ ان معنی میں نجیب الطرفین ہیں کہ ان کے ننھیال اور دھبیال دونوں سچتہ  
قسم کے موجد تھے۔ ان کے مرحوم والد کی دلی آرزو تھی کہ یہ کسی معاوضہ کے بغیر دین کی  
خدمت کریں۔ حافظ صاحب کے والد کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی۔ انبیاء  
اور اکابر امت کی طرح ان کے معاشی ذرائع دینی خدمت سے بالکل الگ ہیں۔  
دکاش یہ روز افزوں ہنگامی خاکسار کے ارادوں کو متزلزل نہ کر دیتی (محمد قاسم)  
بڑی خوش قسمتی ہے کہ انہیں لکھنے کی عادت ہے۔ پہلے بھی وہ مختلف موضوعات  
پر رسائل لکھ چکے ہیں۔ زیر تقریظ رسالہ میں نے اکثر مقامات سے پڑھا ہے۔  
ایسے تلخ موضوع پر جہاں ایک موجدان خرافی حضرات کے خرافات سن کر جوش میں  
آجاتا ہے۔ حافظ صاحب کا قلم اعتدال سے نہیں ہٹا۔ معلوم ہے یہ خرافانی ذہن  
مریض ہے۔ مریض سے ناراض ہونا کوئی خوبی نہیں۔ حافظ صاحب نے یہ رسالہ اسی  
انداز سے لکھا ہے کہ ان بیماروں کا علاج ہو سکے۔ انہوں نے ان مریض حضرات  
کے قریب ہو کر ان کے مرض کی نشان دہی فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان خرافات پسند دوستوں کو توفیق دے کہ وہ اس  
حکیمانہ علاج سے استفادہ فرمائیں۔ وہ اپنی عبادت کو بزرگوں کی قبور اور  
بزرگوں کی بے حس و حرکت لاشوں کی بجائے خدائے لایزال کے لیے بجالائیں  
اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز کا اعتراف کریں تاکہ  
ان کی عبادت قبولیت کی مستحق ہو سکے۔

و عبادۃ الرحمن غایتہ حبیبہ      مع ذل عابدہ ہما قطبان  
 و علیہما تلک العبادۃ دائرۃ      مادارحتی و امت القطبان  
 اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے قلم میں برکت فرمائے ۔ اور مزید خدمت دین کی  
 توفیق بخشنے ۔

محمد اسماعیل (رحمۃ اللہ علیہ)  
 جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ  
 ۱۴ ستمبر ۱۹۶۷ء

## کراچی کا عثمانی مذہب

کراچی کے ایک حنفی المذہب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے  
 ”توحید“ کے نام سے مسلمانوں میں فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے میرے  
 نزدیک یہ گردہ خوارج کا ظہور ثمانی ہے ۔ امام بخاریؒ ۔ امام مسلمؒ ۔ امام ابوحنیفہؒ  
 اور اپنے سوا انھیں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا ۔ ان کا لفظ توحید کو استعمال کرنا کلمۂ حق  
 اور بے الہا الباطل کے مصداق ہے ۔ اس کتاب میں ان کے لٹریچر کا نادر و پود  
 بکھیرا گیا ہے ۔

صفحات ۱۲۸ ۔ قیمت ۲۵ روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## قبر پرستی اور اس کے اسباب

توحید کے لیے کیا کچھ ہوا ؟

مسئلہ توحید بہت پرانا ہے۔ یہ ایک ازلی وابدی حقیقت ہے۔ جتنا اس موضوع پر بولا گیا اور جتنی اس بارے میں گفتگو ہوئی ہے کسی اور مضمون کے لیے اتنا اہتمام نہیں ہوا۔ اس کی خاطر آسمان سے کتابیں اتریں۔ صحیفے نازل ہوئے اور انبیاء و رسل کی بعثت ہوئی۔ اس کے لیے قربانیاں دی گئیں۔ وطنوں کو خیر باد کہا گیا۔ اعزہ و اقارب کو چھوڑا گیا۔ ماہرین کھائی گئیں۔ آرزوں سے چیرا گیا۔ لوہے کی کنگھیوں سے نوچا گیا۔ خون کی ندیاں بہیں۔ لہو کے توار پھوٹے اور بے بہا قیمتی شخصیتیں خاک و خون میں تڑپ گئیں۔

مَسْتَرْهَمٌ اِلٰی سَاءَ وَ الْمَرْثَاۃُ وَ ذُلٌّ لِّکُلِّ اَرْبَعَةٍ

انھیں تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں اور جھجھوڑ ڈالے گئے۔

وہی مُرغ کی ایک ٹانگ

لیکن یہ مسئلہ پھر بھی تھنا نہ رہا۔ شرک آج بھی مائل بہ عروج ہے۔ کفار تو درکنار خود مسلمانوں کی اکثریت حقانیت توحید کی ہنوز معترف نہیں ہو سکی۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ (یوسف ۱۰۶)  
خدا تعالیٰ پر اکثر ایمان لانے والے شرک کرتے ہیں۔

شرک کی بیماری میں صرف جاہل عوام گرفتار نہیں، پڑھے لکھے لوگ، ذی فہم و ذی شعور لوگ شہر کے ہوش مند ماحول میں بسنے والے لوگ اور

اعلیٰ عمدوں و ترقی و کامرانی کی اونچی رفعتوں پر پہنچے ہوئے لوگ امراضِ شرک میں بڑی طرح مبتلا ہیں۔ ان کی قدرتی صلاحیت اور راہِ عمل کے درمیان انوسناک تضاد نظر آتا ہے۔

اَشْتَرُّ وَالْفَلَاحَةَ بِالْمُحْدَى (بقرہ: ۱۶)

ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔

ایک طرف ان کے چہروں کو ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف ان کے کردار کی پستی کو۔ کوئی مناسبت وہاں دکھائی نہیں دیتی۔ مسلمان شانِ عبدیت سے اتنا نیچے اتر جائے، سمجھ سے بالاتر ہے۔ خدا کی قسم جب ان کو توحید سے ہٹتی ہوئی راہوں میں گھرا ہوا پاتا ہوں تو اپنی آنکھوں پر اعتبار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

## توحید ایک واضح مسئلہ

توحید کا مسئلہ تو نہایت سیدھا سادھا اور واضح تھا۔

اِنِّی اللّٰهُ شَکُّ فَاِطِی السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ (ابراہیم: ۱۱)

کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

لیکن یارِ لوگوں کی ہٹ دھرمی اور بے محلِ عصیت نے اس میں بڑی الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہِ (الزمر: ۶۷)

اور انہوں نے اللہ کی کما حقہ قدر نہیں پہچانی۔

## توحید ایک حقیقت

بعض مسائل آنکھیں بند کر کے ضرورت یا خوش اعتقادی کے تحت مان لیے جاتے ہیں۔ چاہے ان کی اصلیت کچھ ہو یا نہ ہو۔ توحید اس سے ماوراء ہے یہ مبنی بر مصلحت نہیں۔ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ رَحْل ۱۲۲

تمہارا معبود صرف ایک ہے۔

کلمہ توحید

توحید یہ ہے کہ ہم خدا کو ایک مانیں۔ ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور صرف اسی کی پرستش کریں۔ اس عقیدہ کی سب سے اچھی اور جامع مانع تعبیر یہ ہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

نہیں کوئی لائق عبادت کے مگر ایک اللہ۔

اس کے برعکس جو کچھ ہوگا شرک ہوگا۔

علی وجہ البصیرت

ہمارے بھائی شرک کرتے ہیں۔ جسے شریعت کے الفاظ میں ظلم عظیم اور اکبر الکبائر کہا گیا ہے۔ یہ منحوس گناہ ان کے مذہب کا جڑ و اعظم بن کر رہ گیا ہے یہ رگ ان کی اس قدر نازک ہوتی ہے جسے چھیڑ دیا جائے تو سخت پیچ و تاب کھاتے ہیں۔ یعنی انھیں کوئی احساس دلائے آپ لوگ مسلمان بن کر کیا کر رہے ہیں تو بجائے سوچنے کے اُلٹا بڑا مانتے ہیں۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ  
وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (الزمر: ۲۵)

جب تمہا اللہ کا نام لیا جائے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب غیروں کا ذکر کیا جائے تو خوش ہوتے ہیں۔

إِذَا دَعَى اللَّهُ وَحْدَهُ لَأَكْفُرْتُمْ وَان يَشْرِكْ بِهِ تَأْمِنُوا (مومن: ۱۳)  
جب ایک اللہ کو بکارا جائے تو تم انکار کرتے ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو تم ایمان لاتے ہو۔



ان کے نزدیک اس بنیادی عقیدہ کے متعلق غور کرنا بھی مہیا پایا بہرہ سبیت  
اور عظیم گستاخی ہے۔ حالانکہ قرآن کی زبان میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:  
عَلَىٰ الْبَصِيرَةِ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (یوسف : ۱۰۸)  
میں اور میرے پیروکار علی وجہ البصیرت اور ٹھوک بجا کر ایمان لائے  
ہیں۔

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يُخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا  
وَعُمْيَانًا - (الفرقان : ۲۳)

اور جب ان کے سامنے اپنے رب کی نشانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان پر  
بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں گر پڑتے ہیں۔ ان کا ایمان  
سوچ سمجھ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

### قبریں عبادت گاہ بن گئیں

زیادہ تر قبر پرستی مسلمانوں کو لے ڈوبی ہے۔ اس فتنہ نے وہ دواج پایا ہے  
کرچپ ہی بھلی۔ کسی خانقاہ میں چلے جائے قبلہ دوسری جانب ہوگا اور نہ ترین نہایت  
رقت اور خضوع و خشوع کے ساتھ قبر کو گھیرے میں لیے دست بستہ کھڑے قہقہے دو  
زانو بیٹھے یا سر بسجود ہوں گے۔ اور عقیدت و احترام کی ساری حدود پامال کرتے  
ہوئے وہ حرکتیں کرتے نظر آئیں گے جنہیں کعبۃ اللہ کے بغیر تصور میں بھی نہیں  
لایا جاسکتا۔ اچھا ہوا حضور علیہ السلام دعا فرما گئے۔

اللهم لا تجعل قبری وثناً یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا  
قبور انبیاءہم مساجد (موطا امام مالک ص ۲)

اللہ پاک! میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ پوجی جائے۔ سخت ہوا غضب  
اللہ کا اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجد، نگاہ  
بنایا۔

ورنہ خدا جانے وہ آج ان مسلمانوں کے ہاتھوں کتنا بڑا سونامی بنی ہوئی

العباد باللہ -

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا قبر اگر پوجی جائے تو یہ بھی دشمن یعنی بُت پرستی ہی کے حکم میں ہے۔ نیز آپؐ نے فرمایا۔ لا تجعلوا قبری عید ابنِ اَبی ہریرہ - البوداؤد۔ باب فی اتیان المدینہ (میری قبر پر عید یعنی میلہ نہ لگانا۔

شاہ دلی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور فالتحن وهاجلا  
(التقیہات ج ۲ ص ۶۵)

اور بہت بڑی بدعت جو لوگوں نے قبروں کے بارے میں ایجاد کر لی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے قبروں پر میلے لگانے شروع کر دیے ہیں نیز لکھتے ہیں آتش پرستوں اور بُت پرست ہندوؤں کی یہ عادت ہے کہ سال میں ایک دن مقرر کر کے جمع ہو کر عید مناتے ہیں اسی طرح پیر پرست بھی عید غدیر خم اور مختلف بزرگوں کے عرس مناتے ہیں۔ اور انہی کی طرح عیش و عشرت اور لہو و لعب کر کے شیاطین کو خوش کرتے ہیں (البلاغ المبین ص ۱۲)

ایجنٹوں کی ایڈورٹائزمنٹ

گرمی نشینوں نے ملک بھر میں اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہوتے ہیں۔ جو اصحاب القبور کی خوب گھمٹاتے اور ہوائیں باندھتے ہیں۔ ایسی فضول اور دہشت گردانہ کمپنیاں مرحومین کے نام سے غصوب کی جاتی ہیں جو عقل مندوں کے لیے پُر از حماقت بیوقوفی اور ”مریدان با صفا“ کے نزدیک کرامات ہوتی ہیں شرع میں اور عقل سلیم سے یکسر متصادم۔ یہ انھیں اس طرح مانتے ہیں کہ قرآن کی آیتیں بھی کیا چیز ہیں۔ یوں شرک کی دکان داری چکام کھٹی ہے۔ اور قبر فروشوں کا مدعا حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ کہا کرتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبریں بتلا سکتے تھے اندھوں کو

بنا کر سکتے تھے۔ مردوں کو زندہ کر سکتے تھے اور شرک نہیں کھلاتا تھا تو ہم اگر اپنے ادلیائے کرام کی طرف ایسی باتیں منسوب کریں تو شرک کہاں سے ٹپک پڑتا ہے یہ دلیل فقط ایک دھوکا ہے اس بارے میں انبیائے کرام کی ریس نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے معجزات حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا اظہار ہوتے ہیں۔ انبیاء کے ہاتھوں سرزد کرنے سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ ان کے معجزات تمام حجت کے لیے ہوتے ہیں۔ عام انسانوں کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ نہ تو وہ مبعوث ہوتے ہیں نہ ہی ان پر ایمان لانا ہمارے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔

فوت شدہ مسلمانوں کے لیے ہمیں مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرنی چاہیے اور بس اس سے زیادہ ان کا درجہ نہیں بڑھانا چاہیے اور انھیں سال ہی رہنا چاہیے۔ خدا نہیں بنانا چاہیے۔

یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر مردوں کو زندہ کر سکتے تھے تو پھر ہمارے دلی کیوں نہیں کر سکتے۔ تو گزارش ہے کہ پھر تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نبیوں پر وحی نازل ہوتی تھی تو دلیوں پر کیوں نازل نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے اگر آج کوئی ایسا دعویٰ کرے گا تو لوگ اسے دلی نہیں دجال کہیں گے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف مردوں کو زندہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بغیر باب کے بھی پیدا ہوئے تھے۔ اب اگر کوئی یہ ”معجزہ“ اپنے دلی کے بارے میں بیان کرے گا تو لوگ اسے دلی نہیں ناجائز اولاد کہیں گے۔ جہاں تک مردوں کو زندہ کرنے کا تعلق ہے ”ممکن ہے ان کے دلی ایسا کر لیتے ہوں۔“ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کر سکتے تھے اس کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ درہ اپ کو اپنے بچھڑنے والے بے شمار پیاروں کی جدائی کا غم بار بار برداشت نہ کرنا پڑتا۔

قبور سی حضرات اپنے ولیوں کو مستقل طور پر خدائی طاقتوں کا مالک تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ مستقل طور پر انبیائے کرام بھی معجزات کی طاقت نہیں رکھتے۔ انہیں بھی یہ اعلان کرنا پڑتا ہے۔

قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولاً دینی اسرائیل - (۹۳)

کہ دو میرا رب پاک ہے۔ میں تو فقط ایک بشر اور رسول ہوں۔ یہ معجزات کبھی کبھی صرف اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی خاص مصلحت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں معجزات سے عاجزی کی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں۔

ان کی کرامتیں

ان کا عقیدہ ہے دنیا میں کوئی نہ کوئی قطبِ ابدال ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ میں یہ سوال کرتا ہوں اگر اولیاء کے لیے کرامات کا وجود ناگزیر ہے تو کیا آج کل کوئی ولی نہیں کیوں ان سے اتنی تعداد میں کرامتیں سرزد نہیں ہوتیں بلکہ سرے سے سرزد ہی نہیں ہوتیں۔ ماضی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑا ولی کون گزر رہا ہے بتایا جائے کتنے واقعات کرامت ان سے مروی ہیں۔ کہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں۔ بزرگوں کی وفات کے بعد کمائی نو لیبوں کی خدمات حاصل کرنی جاتی ہیں یا پھر اجازت ہو تو شعبہ بازوں کو درجہ ولایت دے دیا جائے کہ ان سے اکثر نادر واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

ابن صیاد

بعض لوگ اس لیے بھی پیروں کے جال میں پھنس جاتے ہیں کہ فلاں حضرت صاحبِ دل کی بات کو سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ صلاحیت کسی حد تک ابن صیاد میں بھی موجود تھی۔ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ولی نہیں مانا بلکہ آپؐ کو شبہ تھا کہ کہیں یہ ہونے والا دجال نہ ہو۔ (بخاری ص ۱۷۱ - مسلم ج ۲ ص ۲۹۷) ظاہر ہے یہ شیطانی امر ہی ہو سکتا ہے۔

## خوارق

در اصل خوارق عادات سرے سے ولایت کی نشانی ہی نہیں ہیں۔ گورونما کے سوانح میں بھی کئی عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں۔ علامہ رشید رضاؒ نے اپنی کتاب دجی محمدی میں ایک ہندوستانی سادھو کا ذکر کیا ہے۔ جو ناک مٹھ بند کر کے چالیس روز تک زیر زمین مقفل رہ کر زندہ برآمد ہوا۔ اسے صرف کسی ریاضت کا کمال کہہ سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔ کسب ایک ہتھیار ہے جو اچھے اور بُرے دونوں کے ہاتھ میں ہو سکتا ہے۔ اور جسے نیک آدمی نیکی اور بد آدمی بدی کی راہ میں استعمال کرتا ہے۔ اُسے ولایت کی علامت قرار دینا خود کو فریب دینا ہے یہی نکتہ نہ سمجھنے کی وجہ سے کسی کسی لیٹرے ولیوں کا لبادہ اوڑھ کر بھولے مسلمانوں کی عقیدتوں کو لوٹھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہی کرامت سویہ بزرگی کے لیے ضروری نہیں۔ تاہم اس کے وجود سے انکار بھی نہیں۔ جو لوگ خشق الہی میں طوب جاتے اور اطاعت پیمیری میں اپنے آپ کو گنوا دیتے ہیں۔ یعنی فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ہو جاتے ہیں۔ تو گاہے گاہے ان سے ایسے آثار ظاہر ہو جابیا کرتے ہیں وہ کسب کی طرح ان کے دائرہ اختیار میں نہیں ہوتے کہ جب جی چاہا پٹاری کھولی اور چھو منتر کی جے کریں۔ وہ معجزہ کی طرح من جانب اللہ ہوتے ہیں۔

لیکن معجزہ کی مانند بیلک کے لیے حجت یا شجہہ کی طرح عوام کے لیے تماشا نہیں ہوتے۔ پیغمبروں کے معجزات نبوت کی دلیل بن کر سامنے آتے ہیں لیکن کرامتوں کا ڈھنڈورہ نہیں بیٹا جاتا۔ شیخ احمد رفاعی کا قول ہے۔ اولیاء اپنی کرامات کو عورت کے ایام کی طرح چھپاتے ہیں۔ لیکن جس طرح معجزات کے معاملہ میں قوموں نے غلو کیا۔ یعنی انہیں بجائے نشان نبوت کے دلیل خدائی سمجھ بیٹھے اسی طرح بزرگوں کی کراماتی داستانیں ٹٹاٹٹا کر یہی تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا نہ کرے غالباً ایسے ہی لوگ ہوں گے جو دجال کے

میر المعقول کارناموں کو دیکھ کر اس پر بھی ایمان لانے سے دریغ نہیں کریں گے۔

## موت کے بعد بھی

جھوٹی یا سچی جو بھی کرامات بیان کی جاتی ہیں وہ اولیاء کی زندگی سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا سلسلہ حیات منقطع ہو جانے کے بعد یہ بھی ساتھ ہی رخصت ہو گئیں۔ اعتبار نہ ہو تو آج انہیں کیسے کچھ ظاہر فرمائیں۔ جب وہ اپنی کرامات کے اعادہ پر قادر نہیں تو پھر ان سے یہ کیونکر توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ آپ کی بھی کچھ مدد کریں گے۔ بلکہ ملا علی قاریؒ حنفیؒ فرماتے ہیں کہ سینہ کے علاوہ اولیاء۔ علماء صلیحہ کے متعلق ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ ان کی موت ایمان پر ہوئی ہے۔ اگرچہ ان سے خوارق عادت کمال حالات اور جمال الزواح طاعات ظہور پذیر ہوئے ہوں۔ کیونکہ یقینی خبر کی بنیاد مشاہدہ پر ہے۔ اور یہ الناول سے مخفی ہے و شرح فقہ اکبر ص ۳۱ طبع مجتبیٰ دہلی

## شریعت اور طریقت

ہمارے بھائی ایسے لوگوں کو ولی مان کر سربنیا زخم کر دیتے ہیں جن کا عاقل اور مسلمان ہونا ہی مشکوک ہوتا ہے۔ نماز روزہ حرام حلال اور دیگر آداب کا پتہ ہی نہیں۔ اور کہہ دیا جاتا ہے یہ پہنچی ہوئی سرکار ہیں۔ ان کے دل میں خدا کی یاد ہوتی ہے اور انہیں ظاہری شریعت کی ضرورت نہیں۔ ایامت کیسے لائن فقط ایک ہی ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ د آل عمران (۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہ مکالمہ بیرونیوں کی شرارت ہے کہ انہوں نے اپنے لیے بے عملی کی راہ کرنے کو ظاہر و باطن کا فرق ایجاد کیا۔ اور خود کو اہل باطن میں سے تصور کر کے ظواہر شریعت سے بے نیاز سمجھ لیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

الفرقة الناجية الاخذون في العقيدة والعمل جميعاً باظهار من  
 الكتاب والسنة وجري عليهم جملة المعابة والتابعين ۵۔  
 فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ و عمل ظاہر کتاب و سنت اور  
 صحابہ و تابعین کے طرز عمل کے مطابق ہو۔  
 اور غیر ناجیہ کے متعلق لکھتے ہیں :-  
 كل فرقة انحلت عقيدةً خلافاً لعقيدة السلف او عملاً دون  
 اعمالهم ۔

ہر وہ کردہ جو سلف کے عقیدہ و عمل کے خلاف چلے۔  
 ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :-  
 فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة والسنة ما سنه رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم والجماعة ما اتفق عليه اصحاب رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم۔

مومن پر سنت و جماعت کی اتباع لازم ہے۔ سنت وہ ہے جسے  
 حضورؐ نے جاری فرمایا اور جماعت جس پر اصحاب رسول متفق ہوئے  
 و باب الاعتصام بالكتاب والسنة غنية الطالبين ،  
 امام احمد بن حنبلؒ السنن کے امام ہیں :-  
 قيل للشيخ الجيلائي هل كان لله ولياً على غير اعتقاد احمد بن  
 حنبل فقال ما كان ولا يكون ۔  
 شيخ جيلائيؒ سے پوچھا گیا۔ کیا کوئی غیر حنبلی عقیدے کا آدمی ولی ہو  
 سکتا ہے۔ فرمایا کبھی ہوا ہے نہ ہوگا ۔

(طبقات ابن رجب ج ۱ ص ۳۲)  
 غالباً سلطان یا ہوگا تو ہے۔ اگر تمہیں کوئی شخص ہو ایسے اٹ کر پانی پر  
 چل کر اور آگ کھا کر بھی دکھلا دے۔ لیکن اس کی زندگی سنت کے مطابق نہ

ہو تو پاؤں کے دونوں جڑتے آتا کہ اس کے سر پر تو تڑ مارنے لگ جاؤ۔ یہ دلی نہیں۔

نبی علیہ السلام صحابہ کرامؓ تابعین عظامؓ اور بعد کے فقہاء و آئمہ میں سے کوئی بھی شریعت سے مستغنی نہیں رہا۔ کیا یہ لوگ اصحاب طریقت اور اہل باطن نہ تھے۔

آپ کو تو یہ حکم ہوا۔

واعبد ربك حتى ياتيك اليقين (الحج : ۹۹)

اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو (نرمہ احمد رضا خان صاحبؒ)۔

انہوں نے جن بے عمل قسم کے لوگوں کو اپنی ارادتوں کا مرکز بنا رکھا ہے انہیں ولی کہنے کی بجائے بہتر ہے کہ پاگل خانہ بھیج دیا جائے۔ یہ مجذوب نہیں پاگل ہیں۔ عاشق نہیں دیوانے ہیں۔ ان کا شعر ملاحظہ ہو۔

س

نماز زیادہ ال سجده و سجود است

(معاذ اللہ)

نماز عاشقان ترک وجود است

ہمارے ہاں ایک ماچھن کے بیٹے کی بیوی بھاگ گئی۔ وہ اس کے غم میں پاگل ہو کر آوارہ پھرنے لگا مگر کیا تو اس کا عنیم الشان مقبرہ بن گیا جو آج مرجع خلائق ہے۔ اور نانگے شاہ کا حال اس سے بھی زیادہ برا تھا۔ آج اسے زبدۃ العارفین قدوة السالکین اور نہ جانے کیا کیا بنا دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی دلالت تو کجا اس کے اسلام کو بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ دیکھنے میں تو وہ صبیح انسان بھی نہیں لگتا تھا۔ مگر آج ان حلقوں میں اس نانگے کی بڑی پوچھا ہے۔ اس کا بہت بڑا مزار بن چکا ہے اور ٹھیک ٹھاک سالانہ عرس ہوتا ہے۔ اعلیٰ نسبتوں والے وہاں حاضری دینے کا ”شرف“ حاصل کرنے آتے ہیں لیکن



کیا فائدہ۔ مانگے شاہ کی ولایت کا اصل کمال جو الف ننگا دہتا تھا۔ یہ مرید اس کرامت میں تو اس کی پیروی نہیں کرتے۔ حالانکہ عرس "شریف" کا اصل مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ بزرگوں کی پیروی کی جائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلا جائے۔

پچھلے دنوں ایک سبز پوش "دن" نہ جانے کس طرح ایک اہم حدیث مسجد میں آگیا۔ یاد ہو گئی ہے پکڑ کر اسے ظہر اور عصر کی نماز پر عادی اس نے اعتراض کیا کہ اسے زندگی میں پہلی بار نماز پر پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ یا اہل کم عقل اور اسلام سے دور ہو وہ ان کا اتنا ہی بڑا معبود ہوتا ہے۔

### بڑے لوگوں کی قبر پرستی

ہمارے ان نادان بھائیوں کے لیے بڑی حوصلہ افزا بات جو ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حکام کبھی کبھی قبر پرستی کا مظاہرہ فرما دیا کرتے ہیں۔ کسی خالقاہ میں گئے۔ چادر چڑھا ئی امزاہ جوڑا۔ بصد ادب بیٹھے۔ رگ عاکی اور عجز و نیاز کیا اللہ ہنر جانتا ہے ان کے دل میں عقیدت ہوتی ہے یا نہیں۔ تاہم ان کی مراد ضرور برآ جاتی ہے۔ وہ یوں کہ اس طور سے مریدوں کا دل البتہ جیت لیا جاتا ہے۔ جو بوقت ضرورت کام آتا ہے۔ ارادت مند دھوکا کھا جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں جب اتنے بڑے بڑے لوگ ادھر کا مرجع کرتے ہیں تو یہاں ضرور کچھ بات ہے۔ حالانکہ شاید انہیں علم نہیں یا عمدہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہی لوگ کلبوں، انارچ گھر دں اور شراب خانوں میں بھی جایا کرتے ہیں اور وہاں کی زینت بنتے ہیں۔ بلکہ اکثر ان کی وہیں گزرتی ہے خالقاہوں میں تو ان کا آنا کبھی کبھار ہوتا ہے۔ جو خوب مشہور کر دیا جاتا ہے اس مزار پر خاص بات کیا ہوئی ہے۔ یوں کہیں ان کی تہیت میں خاص بات ہوتی ہے۔ اگر وہ بچے دل سے روحانیہ کے مقتصد ہوں تو کسی زندہ عالم یا کاتب داسنہ کے پاس جائیں جو ان حاکموں کو جھنجھوڑ کر بنائے کہ تم کیا کر رہے ہو اور

کیا کرنا چاہیے، جیسا کہ نیک دل حکام کا طریقہ رہا ہے۔

ارنا لله جہرة

قبر پرستی کی طرف میلان کا باعث ایک یہ بھی ہے کہ انھیں خدا نظر نہیں آتا اور قبر آنکھوں کے عین سامنے فن تعمیر کا بہترین شاہکار پیش کر رہی ہوتی ہے۔  
اَلْعَبْدُ ذُو مَا تَخْتُونُ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ذُو مَا تَعْمَلُونَ۔

(صلوٰۃ: ۹۵ و ۹۶)

کیا عبادت کرتے ہو اس چیز کی جسے خود تراشتے ہو حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق خدا ہے۔

مومن کا ایمان بالغیب ہوتا ہے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (بقدرہ: ۱۳)

وہ غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔

جنہوں نے خدا تعالیٰ کو بالمشافہ دیکھنے پر اصرار کیا تھا ان پر بجلی گرائی گئی۔

فَقَالُوا اِنَّ اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَ ثَمَمُ الصَّعِقَةِ يُطْلِمُهُمْ۔

(النساء: ۱۵۳)

قوم موسیٰ نے کہا ہمیں اللہ سامنے لا کر دکھانا ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی نے آدہ بوجا۔

ہماری آنکھیں اصلی معبود کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (العام: ۱۱۰۳)

اسے نظریں نہیں پاتیں اور وہ نظروں کو پالیتا ہے۔

مومن بصارت سے نہیں بصیرت سے خدا کو دیکھتا ہے۔ یہی مقام احسان ہے۔ ارشاد نبوی ہے:-

اِنَّ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَانَتْ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاتَّعِزُّ بِرَاكَ۔

دعوت ابی ہریرہ۔ بخاری ص ۱۱۱۔ مسلم ص ۱۲۹

تو بندگی کرے اللہ کی گویا تو اُسے دیکھتا ہے اتنا نہیں تو یہ یقین کر لو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اگر ہم ضرور ہی کچھ چاہتے ہیں تو مساجد کو خدا کا گھر سمجھ کر رونق بخشنے۔

انما یجمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر۔ (توبہ: ۱۸)  
اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائیں۔

لیکن اس قوم کی مسجدیں غیر آباد ہیں۔ اور خالفا ہیں۔ رونق کا بازار۔  
ڈر کے مارے

یہ سمجھتے ہیں یہاں ان کی شنوائی ہوتی ہے۔ انہیں مصیبت میں پکارتے ہیں بوقت ضرورت یاد کرتے ہیں۔ اور اپنی حاصل شدہ کامیابی کو بھی انہی کا مہیون منت قرار دیتے ہیں۔ اُنہیں یہ اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر وہاں نذر دنیا ز اور چڑھاوا نہ دیا تو سرکار بہت ناراض ہوں گے۔ اور ہم پر تباہی نازل ہونے لگے گی۔ مثلاً اسی لیے یہ حضرت علیؓ بھوپریؒ کے مزار پر خالص دودھ کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی زندہ مخلوق کو کھوٹے کے بھاؤ دودھ ملا پانی پلاتے ہیں۔ انہوں نے خالفا ہوں کو وہی حیثیت دے رکھی ہے جو ہندو وغیرہ اپنے دیوتاؤں کو دیتے ہیں۔ مشرکین نفع سے زیادہ عتاب سے بچنے کے لیے اپنے معبودوں کے آگے منسکار کیا کرتے ہیں۔  
وہی کار ساز ہے

اگر ہم مسلمان ہیں تو مسلمان سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا، وہی ہمارے فائدے اور نقصان کا مالک ہے۔ قبروں سے گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں میں یقین دلاتا ہوں خدا کے حکم کے بغیر کوئی کسی کا بال بھی ہیکا نہیں کر سکتا۔ یہ خود اعتمادی بلا وجہ نہیں۔ اس یقین کا سہارا قرآن کی آیتیں ہیں۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (تغاب: ۱۱)

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ لَيْلًا فَلَا تَكْشِفْ لَهُ اِلَّا سُجُودًا اِنَّ يَبْرِدُكَ

يَخْفِي فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ (بولس : ۱۰۷)

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے سوائے اس کے

کوئی دُور نہیں کر سکتا۔ اور اگر تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے

تو اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

جب یہ بات ہے تو ہم ادوروں سے کس لیے مدد کے طلب گار ہوں۔ فرمایا:-

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ اَحَدًا (الجن : ۱۸۰)

پس نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔

آدمی مدد کے لیے اُسے پکارے جسے کچھ اختیار ہو اور کچھ کم بھی سکے۔

قُلْ اَرْبِئُكُمْ مِمَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اَخْلَقْتُمْ

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ (الاحقاف : ۲۰)

کہہ دے مجھے بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دکھاؤ انہوں نے

زمین سے کیا پیدا کیا یا ان کے لیے شراکت ہے آسمانوں میں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جسے پکارا جائے لازم ہے کہ وہ قصوراً

بہت خالق یا زمین و آسمان کے ساتھ کچھ ملکیتی تعلق رکھتا ہے۔ ادوروں کو تو

چھوڑ لیجئے مجھے یقین ہے کوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

میں بھی خیال نہیں کرے گا کہ وہ خالق یا کائنات میں خدا کے ذرا بھی شریک

ہیں۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِيْنَ رَعِمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شَرْكٍ وَمَا لَكُمْ

مِنْهُمْ مِنْ ظٰلِمٍ (الباء : ۲۲)

کہہ دے پکارو تم جن کو خدا کے سوا سمجھتے ہو۔ وہ زمین و آسمان میں

ایک ذرہ کے مالک بھی نہیں ہیں اور نہ ان میں ان کا کچھ حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

**خدا اینڈ کو**

جب ایسی بات ہے تو امداد کے لیے خدا کے علاوہ کسی کو بھی پکارنا قرآن کی رو سے باطل ٹھہرا۔

افسوس کہ ہمارے بھائیوں نے پکارنے کے لیے خداؤں کی ایک طویل فہرست رٹ لگا کر رکھی ہے۔ عیسائی صرف تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ جب کہ ان کے خداؤں کو گننے کے لیے کیلکولیٹر درکار ہے۔ ہر گنبد والی قبر ان کی خدا ہے۔ شرک صرف یہ نہیں کہ ہم خدا کی طرح ایک اور خدا مانیں۔ کسی کمپنی میں ایک پیسہ کی شرکت بھی شرکت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کائنات میں ادنیٰ اختیار بھی کسی کا مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اکیلا نہیں رہنے دیا۔ بلکہ خدا اینڈ کو بنا دیا ہے۔

**شفاعت**

وہ جواب دیتے ہیں ہم تو صرف سفارش کے لیے عرض کرتے ہیں۔ گواہی یہ ہے کہ یہی تصور تو کفار مکہ کا تھا وہ کیوں قابلِ گردن زدنی قرار پائے۔

وَيَقُولُونَ هُوَ لَوْ لَاحِ شَفَعَاءُ عِنْدَ اللَّهِ (یونس: ۱۸)

اور کہتے ہیں یہ اللہ کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں۔

مَا لَعَبْدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (ذمر: ۳)

ہم تو انھیں صرف اس لیے پکارتے ہیں کہ خدا کے قریب کر دیں۔

حالانکہ ایسی سفارش کی ضرورت ہی کیا ہے۔ انسان براہِ راست بھی خدا سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو بے خبر اور کمزور ہے جو ہماری سُن نہ سکے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ - (آل عمران: ۱۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتیں جانتا ہے۔

نہ ہی تنگ طرف ہے جو اس کی رحمت ہم گنہگاروں کا احاطہ نہ کر سکے۔

درحسنى وسعت كل شىء (اعراف ۱۵۶)

اور میری رحمت ہر چیز پر چھا گئی۔

نہ ہی تنگ دست ہے جو ہمیں دے نہ سکے۔

يَا أَيُّهَا الْمُبْصُورُ إِنَّ الْمَاءَ دُونَ الْيَمِّ (۶۴۱)

اس کے درونوں ہاتھ کھلے ہیں۔

نہ ہی اس کے خزانوں میں کمی ہے۔

وَأَن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خِزْيَانُهُ (الحجر: ۲۱)

اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔

نہ ہی وہ تھک کر اپنے عہدہ الوہیت سے ریٹائر ہو گیا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ (البقرہ: ۲۵۵)

وہ جیتا جاگتا ہے سب کو نفا منے والا ہے اسے اُدنگھ اور نیند نہیں آتی۔

اور نہ ہی اس نے اپنے اختیارات کسی کو سونپ دیے ہیں۔ ساری

مخلوق اس کی مملوک ہے۔ ایک مالک غلام پر لاکھ مہربان سہی لیکن اسے اپنی

ملکیت اور جائیداد میں حسد و اربہ لانے پر کبھی تیار نہیں ہوتا۔ پھر خدا کے متعلق یہ

بات کیوں ردوار کھئی جاتی ہے۔

هَٰذَا يَوْمُ الْفَيْصِ هَلْ لَّكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

مِنْ شَرِكًا إِنِّي مَارَءٌ لَّكُمْ فَاذْكُرُوا فِيمَ سَوَّيْتُ

(الروم: ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ہی مثال دی۔ ہم نے جو تمہیں دیا ہے

کیا اس میں تمہارے لونڈی غلام برابر شریک ہو سکتے ہیں۔

انہوں نے واسطوں کا التزام کر کے درحقیقت خدا کے کمزور ہونے کی طرف

اشارہ کیا ہے۔ جس کی جرأت ایک مسلمان کو نہیں ہو سکتی۔

## وسیلہ

اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گنہگاروں کی بات سنا خدا شاید گوارا نہیں کرے گا۔ تو اس کی حیثیت دوسری ہے۔ اس صورت میں کوئی حرج نہیں کسی صالح اور متحاب الدعوات کی طرف رجوع کر لیا جائے لیکن وہ کم از کم زندہ تو ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معرفت دعا کرایا کرتے تھے۔ لیکن وفات شریف کے بعد کبھی آپ کی قبر پر دعا کی درخواست لے کر نہیں گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام جب وفات پا گئے۔ تو دعائے استغفار کے لیے حضرت عمرؓ حضورؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کو ساتھ لے جاتے اور کہتے:-

اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمْرِ بْنِ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيَسْقُونَ (بخاری: ۱۱۳۷)

خدا یا ہم اپنے نبی کو وسیلہ پکڑتے تھے تو تو ہم پر بارش کر دیا کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو ہم پر بارش برسا۔ انسؓ کہتے ہیں پس بارش ہو جاتی۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت اور غائب کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں رکھتے تھے۔ ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہیں تھے۔ انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کے ساتھ وسیلہ پکڑتے تھے۔ اب ہم تیرے نبی کی رُوح کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہیں (البلاغ المبین ص ۱۶) علامہ آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں:-

کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے اس کے جوازی میں کوئی شک نہیں۔ بشرطیکہ جس سے درخواست کی جائے وہ زندہ تو ہو۔۔۔۔۔ لیکن اگر وہ مردہ یا غائب ہو تو ایسے وسیلے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو

شک نہیں۔ مُردوں کا وسیلہ ان بدعات میں سے ایک ہے جس پر سلف میں سے کسی کا عمل نہیں تھا (تفسیر روح المعانی ج ۲ صفحہ ۲۹۷)

طبع قدیم،

قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتیؒ فرماتے ہیں یہ جو جاہل کما کرتے ہیں۔ یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ شیخا اللہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتیؒ شیخا اللہ جائز نہیں ہے بلکہ یہ شرک اور کفر ہے (ارشاد الطالبین ص ۱۸) شاہ ولی اللہؒ نے بھی ایسا عقیدہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔  
را البلاغ المبین ص ۱۱۱

افسوس کہ احمد رضا خان صاحب بریلویؒ والے قرآن مجید کے محشی مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادیؒ ایسا کُستعین کے تحت لکھتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے۔ عقیدہ باطلہ ہے۔ کیونکہ مقربان حق کی امداد امداد الہی ہے استعانت بالغير نہیں۔

اور صد افسوس کہ اسی آیت کے تحت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند فرماتے ہیں اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر متقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے یہ دونوں تحریریں ایک جیسی ہیں اور قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے مسلک سے ہٹ کر ہیں۔

کاش یہ دونوں قسم کے محققین اسباب کے تحت استعانت اور مافوق الاسباب استعانت کے درمیان فرق کر لیتے۔

یاد رہے زندوں کو وسیلہ بنانے کا مسئلہ بھی فقط جواز کے لیے ہے اسے کوئی لازم یا ہمیشہ استحباب پر محمول نہ کر لے۔ ورنہ ہماری گرائیں جو ناز و دیگر اوقات میں بلا وسیلہ خدا سے مانگی جاتی ہیں راہیگاں چلی جائیں۔ اگر انھیں خدا اُس سکتا



ہے تو کیا ہماری مرادیں ہی اس کے لیے ناقابل فہم ہیں ؟

ایک اور بات ذہن نشین کیجیے۔ صحابہؓ نے زندہ کو وسیلہ تو بنایا۔ لیکن اپنی دُعاؤں میں اسے خطاب نہیں کیا۔ دُعا خدا ہی سے مانگی ہے۔ اس میں وسیلہ کی اگر حیثیت ہے تو صرف اتنی جتنی کہ نمازیں امام کی ہوتی ہے۔

یا جنیدؒ

اس کے برعکس چودھویں صدی کے مجدد جناب احمد رضا خاں صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ سید الطائفہ جنید بخاراویؒ رحمۃ اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہیں تھی۔ جب اُس نے حضرت کو جاتے دیکھا۔ عرض کیا میں کس طرح آؤں فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اُس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب پہنچ دریا میں پہنچا۔ شیطان لعین نے دل میں دوسو سو ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اُس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا وہی کہ یا جنید یا جنید۔ جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات ہوئی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا اے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس رکھتا ہے رملفوظات ص ۱۰۵

اندازہ فرمائیے ان کے نزدیک براہِ راست اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارنے کا خیال دل میں آنا شیطان لعین کا دوسو سو ہے میرے بھائی اگر یہ بات ہے تو پھر نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے روزہ بھی نہیں رکھنا چاہیے حج بھی نہیں کرنا چاہیے۔ تسبیحات بھی نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ یہ سب عبادتیں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں کسی وی اور سید الطائفہ

کا عمل دخل نہیں ہے۔

## خدا کسی کا یا بند نہیں

یاد رہے کہ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ زندہ شخص خدا تعالیٰ کو کسی مجبوری یا دباؤ کے تحت لازماً منوا سکتا ہے۔

لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (سیا، ۲۳)

اجازت لے بغیر سفارش اس کے ہاں کام نہیں دیتی۔

یہ اس کی مرضی ہے مانے یا نہ مانے۔ جیسے وہ مناسب سمجھے۔

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (رج، ۱۸۰)

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس قادر مطلق کو کسی کی مرضی کا پابند نہیں بنایا جاسکتا۔ نوح علیہ السلام نے

لَحْنَتِ جُلُودِكَ سَفَرَشَ كَيْ تَوَافِيَهُمْ جِطَاطُ بِلَادِي۔

إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلُنِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ

أَنْ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ (ہود)

اس کے عمل ٹھیک نہیں، جس بابت تجھے علم نہیں مت پوچھ میں تجھے

نصیحت کرتا ہوں کہ جاہل مت ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی باپ آذر کے متعلق بخشش کی بہت

کوشش کی۔ لیکن :-

فَلَمَّا بَيَّنَّ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأُ مِنْهُ (توبہ، ۱۱۴)

جب انھیں ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کی بے حد خواہش تھی کہ مشفق چچا ایمان لے آئے۔ لیکن آپ کی یہ

حسرت پوری نہ ہو سکی۔ فرمایا :

إِنَّكَ لَا تَعْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔

(قصص، ۱۵۶)

ہدایت کا انحصار آپ کی چاہت پر نہیں، یہ توبہ اللہ دے بلکہ مشرکین کے لیے طلب استغفار تک کی اجازت نہ دی گئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَئِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ الْمُشْرِكِينَ أُولَئِي جَزَاءُ اللَّهِ - (توبہ: ۱۱۳)

نبی اور مومنوں کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔ اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ اہل جہنم ہیں۔

ان کفر کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہو چکی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (توبہ: ۱۲۰)

آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں ستر بار بھی مانگیں تو خدا انھیں معاف نہیں کرے گا۔

تاہم رحمۃ للعالمین نے اصرار کر کے عبد اللہ بن ابی منافق کا جنازہ صرف اس وجہ سے پڑھ ڈالا شاید ستر بار سے زائد بخشش طلب کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے تو آپ کو ہمیشہ کے لیے روک دیا۔

وَلَا تَقْصِلْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقْتُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِمْ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَكَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ - (توبہ: ۸۴ - بخاری ص ۶۴۴)

ان میں سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور اس کی قبر پر کھڑے ہونے کی بھی اجازت نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا انکار کیا اور فسق کی حالت میں مر گئے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دم توڑتے ہوئے بیٹے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

اِنَّ الْعَيْنِ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا تَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضَىٰ رَبُّنَا وَانَّا لَفِرَاقُكَ يَا اِبْرَاهِيْمَ لَمَجْزُوْلُوْنَ - عن النضر - بخاری ص ۴۷۱  
 آنسو بہ رہے ہیں دل غمگین ہے ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کی رضا ہے اور اسے ابراہیمؑ میں تیری جُدائی کا سدھ ہے  
 اگر آپؐ کی زندگی میں ایک ساعت کا اضافہ بھی نہ فرما سکے۔ قدرت کے آگے کس کی پیش جاتی ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے انسانی اقدیات کی بے بسی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ مقصد تحقیر نہیں بلکہ بیان احوال واقعی ہے۔ یہ سب حقائق قرآن و سنت میں مذکور ہیں۔ اگر ان میں مذمت و امانت کا شائبہ بھی پایا جاتا تو یہ قرآن کی آیتیں یا پیغمبرؐ کی احادیث نہ ہوتیں کچھ اور ہوتیں۔ جو مر گئے

جو لوگ فوت ہو گئے ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ عالم ارواح یا عالم برزخ میں زندہ ہیں سو ہاں علی حسب مراتب مختلف قسم کی زندگیوں بہرہ مند ہیں۔

بَلْ اَحْيَا۟ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۶۹)

شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔

اس دُنیا کے جھمیلوں سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔

اَمْوَاتٌ غَيْرٌ اَحْيَا۟ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّاتٌ يُبْعَثُوْنَ (نمل: ۲۱)

یہ جن ماسوا اللہ کو پکارتے ہیں وہ بے جان اور زندگی سے محروم ہیں  
 میں اور انھیں یہ پتہ نہیں کہ اُسٹائے جائیں گے۔

نیز فرمایا:-

وَمِنْ دَرَاهِمِهِمْ بَرَكَةٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (مومنون: ۱۰۰)  
ان کے درمیان قیامت تک کے لیے پردہ حائل ہو گیا۔

ان کی مروجہ اُلجھنوں سے آزاد ہو چکی ہے۔

مَنْ ظَنَ أَنْ الْيَمِيتَ يَنْصُرُ دُونَ اللَّهِ وَاعْتَقَلَ ذَلِكَ كُفْرًا -

بحر الرائق

جو شخص یہ ظن اور اعتقاد رکھے کہ مرا ہوا شخص اللہ کے ورے تصرف کا  
اختیار رکھتا ہے تو کافر ہو گیا۔

اس اعتقاد کو علامہ شامی نے بھی کفر قرار دیا ہے دردمختار

ج ۲ ص ۱۳۱

اگر فوت شدہ ولیوں کو تصرف کا اختیار ہوتا اور وہ کسی کی مدد کے قابل  
ہوتے تو کم از کم وہ اپنے قبیلوں کی حفاظت تو کر سکتے۔ سعودی حکومت نے  
قبیلے گرائے۔ پہلے قبروں کو ہموار کیا۔ احتجاج کیا تو پاک و ہند کے زندہ مولویوں  
نے احتجاج کیا۔ اصحاب قبور نے تو جنبش تک نہ کی۔ جو بزرگ اپنے گھروں  
از قبیلوں کی حفاظت نہ کر سکیں وہ کسی کا کیا گھر سنو! میں گئے۔ کیا کوئی بزرگ  
جیتے جی کسی کو اپنا گھر گرنے کی اجازت دیتا ہے۔

والی نجد و حجاز سلطان عبدالعزیز بن سعودؒ نے احتجاج کرنے والوں سے  
کتنی مسکت خوبصورت اور نابینا بات کہی تھی کہ اگر دنیا کے محققین علماء اس کا  
فیصلہ کر دیں کہ دوبارہ ان مآثر کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے  
انہیں تعمیر کرانے کے لیے مستعد ہوں۔

تو میرے بھائی ہمیں مردوں کے نہیں زندوں کے لیے گھر بنانے چاہئیں  
اور زندوں ہی سے واسطہ رکھنا چاہیے۔ مردوں کو ہمارے مسائل سے کیا  
دلچسپی ہو سکتی ہے۔

تِلْكَ أُمَمَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَكَلِمَةٌ مَا كَسَبَتْمْ دُبُرَهُ: (۴۱)

یہ لوگ گزر گئے ان کا کیا ان کے کام تمہارا کیا تمہارے کام۔  
انھیں آواز دیں تو صد البصر ہے وہ سنتے ہی نہیں بھلا کریں گے کیا؟ تبھی  
معاذین کفار کو اہل قبور سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وما انت بسمع من فی القبور (ناظر: ۲۲)

اور تو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔

**مفقولین بدر**

مورکہ بدر میں کام آنے والے کفار کو حضورؐ نے اس طرح مخاطب کیا یا فلان  
بن فلان - یا فلان بن فلان - (الحديث) حضرت عمرؓ نے کہا۔  
تکلم من اجساد لا ارواح لہا۔  
آپ بے روح اجسام سے باتیں کرتے ہیں۔

**توفربا یا:**

والذی نفس محمدؐ بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منهم۔  
بجہ اتم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔  
آگے قتادہ کا قول ذکر ہے:-

احياهم الله حتى اسمعهم قوله تو بیخا وتصغیراً ونقطة و  
حسرة وندماً (بخاری ص ۵۶۶)

اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا۔ تاکہ انھیں حضورؐ کی بات سُنائے  
طوائف، ذلت، عقوبت، حسرت اور ندامت کے لیے۔

یہاں سے استدلال کیا جانا ہے کہ مردے سن سکتے ہیں۔ اعتراض کا جواب  
یہ ہے کہ ہم سمجھ نہیں آتی حضورؐ کی زندگی میں جو وقتی معجزات ظاہر  
ہوئے ہم انھیں اپنے لیے کیوں مثال بنا لیتے ہیں۔ مردوں کو سنانا تو ایک  
طرف رہا آپؐ نے تو بعض اوقات پیغمبروں اور درختوں کے ساتھ بھی تکلم کیا  
ہے۔ کیا آپؐ کہہ سکتے ہیں یہ بھی ہماری سنت ہے۔ قرآن کی آیت وما انت بسمع

من فی القبور کی محکیت کے پیش نظر حضرت عائشہؓ نے اس سماع کو علم سابق پر  
محمول فرمایا ہے یعنی انھیں اب یاد ہے کہ میں ٹھیک کہتا تھا (بخاری)

### معراج میں انبیاء سے ملاقات

معراج بھی دلیل نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو عالم بالا کی سیر  
کرائی تھی وہ اتنا عظیم واقعہ ہے کہ کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا۔ خدا  
تعالیٰ خصوصی طور پر کسی کو نوازنا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے  
إِنَّمَا هِيَ إِلَهِنَا (بنی اسرائیل)

تا کہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھلا دیں۔

یقیناً حضور علیہ السلام نے جسم خاکی کے ساتھ برزخی ارواح سے ملاقات کی۔  
لیکن یہ ایک معجزہ تھا۔ اور معجزہ اسے کہتے ہیں جسے نبی۔ کے علاوہ کوئی اور ظاہر نہ  
کر سکے۔ اس ملاقات کی صحیح کیفیت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ویسے ایک واضح  
فرق بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضورؐ کو اس ملاقات کا پورا پورا احساس ہوا۔ وہ لوگ  
جو دعوت کرتے ہیں کہ وفات شدگان کی رُوحیں ان سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیا  
کبھی انہوں نے ان کو جانا پہچانا اور باتیں کیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے تو  
یقیناً جھوٹ بولتا ہے۔

إِنْ كُنَّا عِبَادَ تِكْمَدُ غَافِلِينَ رِیْلَس : ۱۳۹

ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔

اگر کسی کو دہم ہو جائے یا مالینو لیا ہو جائے۔ یا شیطان کوئی روپ دھار  
کر آ جائے تو مجھے اس سے بحث نہیں۔

### لطائف

شلا کہتے ہیں حضرت شاہ گد امر وہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر تجئیر تکفین  
کے بعد صحن مسجد میں نماز کے واسطے جہاں آپ اپنی حیات میں تشریف رکھا  
کر تے تھے جنازہ رکھا گیا بعد نماز عشاء ہر چند لوگوں نے کوشش کی مگر

وہاں سے جنازہ نہ اٹھا۔ لوگوں۔ نے آپ کی بیوی صاحبہ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر نہیں اٹھتے تو میں خود آتی ہوں جس وقت جنازہ پر یہ الفاظ سنا کر کیے گئے جنازہ فوراً اٹھ گیا (شجرۃ الانبیاء ص ۵۸)

اس سے دو باتیں مزید ثابت ہوئیں ایک یہ کہ ان کے تسلیم شدہ بزرگ میت سمیت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے۔ دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت شاہ گدا اپنی بیوی صاحبہ سے بہت ڈرتے تھے۔ اور مرنے کے بعد بھی یہ ڈر ان کے دل سے نہیں نکلا تھا۔ اور میں نے حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی نے اپنی موت کے بعد وعدہ کے مطابق ایک قاضی صاحب کا جنازہ پڑھایا۔ آپ گھوڑا دوڑاتے ہوئے تشریف لائے تھے (مناقب المجاہدین ص ۱۱) حضرت محمد علی الدین صابر کلرگی خود اپنا جنازہ پڑھانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور حضرت حمید الدین ناگوری کو علیحدگی میں بتلایا کہ وہ مقام فنا ہے اور یہ مقام بقا ہے۔ (تذکرۃ اولیائے حشمت ص ۹) اسی طرح حضرت خواجہ باقی باللہ نے بھی پہلے ہی بتلادیا تھا کہ میرا جنازہ ایک گھوڑے سوار آکر پڑھائے گا۔ چنانچہ وہ بھی خود ہی تھے (فتاویٰ اللہ یعنی احوال اولیاء اللہ ص ۱۳)

### قوت سماعت

یہ معاملہ سننے سے بہت آگے نکل گیا ہے حالانکہ واقعہ ہے بقید حیات آدمی کچھ ناصح پر ہویا پاس کھڑا انسان ہر اس تو سن بھی نہیں سکتا۔ کجا وہ شخص جس کی روح دوسرے جہان میں پہنچ چکی اور جس کا وجود روح نکل جانے کے باعث بے کار محض ہو چکا ہو اور جملہ حواس ہی کام نہ دیتے ہوں۔ وہ نہ صرف سننے لگے بلکہ گھوڑے سوار بھی کرتا پھرے۔ خدا کی زمین اولیاء سے خالی نہیں ہو گئی۔ کوئی زندہ بزرگ لے لیجیے جس کی ولایت پر آپ کو بہت زیادہ اعتماد ہو اور آزمائش کر دیجیے۔ کہ کہاں تک اس کی قوت سماعت کام دیتی ہے۔ پھر



یہ بات کتنا جیتے جی مر جانے کے مترادف ہے کہ مرنے کے بعد وہ بزرگ نہ صرف ہر جگہ سمیع و بصیر بلکہ ہر جگہ موجود بھی ہو جائے۔ گویا وہ نہ مرا اپنی عقل مر گئی۔

میت کے مٹنے کی کچھ استثنائی صورتیں دلیل میں پیش کی جاتی ہیں مثلاً جنازہ اٹھائیں تو اچھی میت کہتی ہے مجھے جلد لے چلو۔ بُری میت کہتی ہے افسوس کہاں لیے جا رہے ہو (بخاری)

اہل جنازہ جب دفن کروائیں ہوتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز سُنتی ہے۔ (ایضاً)

نبی علیہ السلام نے مقتولین بدر کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے ہو (ایضاً)

واللہ اعلم اس سماع کی نوعیت کیا ہے۔ تاہم یہ چیزیں محض ان کی بے چارگی کسمپرسی اور حسرت انگیزی پر دلالت کرتی ہیں۔ کار سازی پر نہیں۔ کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ کبھی کوئی کسی میت سے اعانت کا طالب ہوا ہو۔ یہ عقل کا دیوالیہ نہیں تو کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ لوگ ادلیا دکو جگہ جگہ پکارتے پھرتے ہیں۔ پھر ان کی ڈھیر لہوں پر بھی حاضری دینے پہنچ جاتے ہیں۔ آخر ان کے نزدیک وہ کہاں ہیں قبروں میں ہیں یا پوری کائنات میں پھاگئے ہیں۔ کہیں انہوں نے انہیں خدا کے ساتھ تشبیہ تو نہیں دے دی۔ جو عرش پر متوی ہونے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہے۔

فتاویٰ بزاز یہ میں ہے :-

من قال ارواح المشائخ حاضرة، لا تعلم کفر۔

جو کہے بزرگوں کی رُوحیں حاضر و ناظر ہیں وہ کافر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو قبروں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا اے اہل قبور میں مہینوں سے تمہارے پاس آ رہا ہوں اور صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے لیے دعا کرو۔ کیا تمہیں کچھ پتہ بھی چلا، یا مطلق بے خبری کا عالم ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا۔ کیا تمہیں جواب ملا۔ بولا۔ نہیں۔ تو فرمانے لگے :-  
 تجھ پر افسوس ہے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو ان جسموں سے  
 باتیں کرتا ہے جو جواب نہیں دے سکتے۔ جو کسی چیز کے مالک  
 نہیں۔ اور جو کوئی آواز ہی نہیں سنتے :-

اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وما انت بمسمع (الکلیہ) اور تو نہیں سنا سکتا  
 انہیں جو قبروں میں ہیں۔ (غرائب فی تحقیق المذاهب)  
 ارشاد ربانی ہے :-

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ الْيَوْمَ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف)  
 اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اللہ کے سوا ان لوگوں کو  
 پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہیں دیں گے اور وہ ان کی  
 پکار سے بے خبر ہیں۔

یہ قیامت

گستاخی محاف ان قبروں کے بیچ میں کچھ نہیں ہے۔ ان کا احترام ضرور کیجئے۔  
 ان کا احترام آدمیت کا احترام ہے۔ لیکن ان کا ہوا دل سے نکال دیجئے۔ ان  
 سے کسی نفع و نقصان کی توقع حبث ہے۔ یہ مہیب جہنم ہماری جان کے لیے وبال اور  
 ایمان کے لیے خطرہ بن گئے ہیں۔ سچ ہے اگر فرمان مصطفویؐ کے مطابق قبریں  
 سادہ ہوتیں تو شرک کی طرف رجحان شاید اتنا شدید نہ ہوتا۔ ہر دایت جابر  
 مروی ہے :-

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخصص القبر و ان  
 یبنی علیہ و ان یقعد علیہ (مسلم ص ۳۱۲)

نبی علیہ السلام نے قبر کو نیچتہ بنانے اس پر عمارت کھڑی کرنے اور  
 اس پر بیٹھنے (یعنی مجاوری کرنے) سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:-

لا تدع تشالاً الا طہتہ ولا قبراً مشرقاً الا سويتہ۔ (مسلم)

(۳۱۲)

ہر میت کو مشادو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔

ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے گھر میں داخل ہوتی جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مدفون تھے۔ اس حال میں کہ میں اپنی چادر اٹا کر رکھ دیتی۔ میں کہتی یہ میرے خاوند اور باپ ہی تو ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو وہ اللہ اس کے بعد ہیں ان سے حیا کرتے ہوئے کبھی بغیر پردہ کے داخل نہیں ہوئی۔ (احمد)

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مرد سے بھی دیکھا کرتے ہیں تبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ فرمایا۔

لیکن گزارش ہے

۱۔ کتاب و سنت میں ایسا کوئی حکم نہیں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا فعل تھا۔ جو انتہائی شرم و حیا اور احترام کی دلیل ہے۔

۲۔ پردہ کے لیے ضروری نہیں کہ مرد ہی دیکھے عورت اپنے خیال کے تحت بھی پردہ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیویوں کو نابینا صحابی

ابن ام مکتوم سے پردہ کا حکم دیا۔ (عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ البدایہ و کتاب اللباس)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طرز عمل سے قبر پرستی کی حمایت میں ثبوت نہیں ملتا۔

بلکہ اس کی جرأت کھڑتی ہے۔ مائی صاحبہ تو اچھی طرح تن ڈھاپنے بغیر اپنے ہی حجرہ میں ان قبروں کے پاس نہیں جاتی جہاں ان کے شوہر رضی اللہ عنہ اور باپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسا شخص سویا پڑا ہے جو اول الذکر کا عظیم ساتھی اور موخر الذکر کا بہترین دوست تھا۔ لیکن ہماری قبر پرست بہنیں بالکل اجنبی خالق ہوں میں جا کر قبروں کے ساتھ وہ حیا سوز سلوک اور اخلاق سوز

مظاہرہ کرتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ بلکہ ہٹے کٹے زندہ پیروں کی صحبتوں میں بیٹھنے کو بھی معیوب نہیں جانتیں۔ انھیں ام المومنین کے واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

### بُت پرستی اور قیر پرستی

بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ اسلام نے بُت پرستی سے رد کیا ہے نہ کہ قیر پرستی یا پیر پرستی وغیرہ سے۔ یہ ایک بے دلیل تکبر ہے۔ خدا نے جن شرکاء کی تردید فرمائی ہے وہ اصنام ہی نہیں اوثان بھی ہیں۔

فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ۚ (الحج : ۳۰)

تھانوں کی ناپاک کی سے بچو۔

اوثان کا اطلاق بتوں کے علاوہ باقی معبودوں پر بھی ہوتا ہے۔ مشرکین جن کو پکارتے تھے قیامت کے دن وہ اپنی سقائی میں کہیں گے۔

مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَارًا تَلْعَبُونَ (یونس : ۳۸)

تم ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

کیا یہ بُت بولیں گے؟ نہیں۔ یہ ادلیار اور انبیاء کا بیان ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کہا جائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي آلِهَةً مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ (المائدہ : ۱۱۶)

کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ورے معبود بنا لو۔

سورہ اعراف میں ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أُمُّثَلُكُمْ (۱۹)

تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو تم جیسے بندے ہی تو ہیں۔

ظاہر ہے کہ عباد سے مراد پتھر کے بے جان بُت نہیں۔

شرک شرک ہے خواہ بتوں کے ذریعے کیا جائے یا نبیوں اور دیوبوں کے

ذریعے۔ کفار کو کی بُت پرستی ضرب المثل ہے وہ بھی انہیں اس حیثیت سے نہیں مانتے تھے کہ یہ پتھر یا مٹی کی مورتیاں ہیں بلکہ وہ بندگانِ صالح مثلاً لات و منات وغیرہ کی رد و حوں کو ان میں حلول کیا ہوا مانتے تھے۔ ص

ہے عشق سے بتوں کے میرا مدعا کچھ اور

سچ پوچھیے تو بعینہ یہی کیفیت ان قبروں کی بنا دی گئی ہے۔ بے چارے سمجھتے ہیں کہ بزرگ ان میں سما کر مالک ہر شے ہو گئے ہیں۔ بُت اور قبر میں سرِ مُو فرق باقی نہیں رہ گیا۔ مناسب ہے بھائیوں کی غلط فہمی دور کرنے کو مختصر اُقر کی حقیقت عرض کر دی جائے۔

### قبر کی حقیقت

کسی قبر کا کھودنا متحسن تو نہیں۔ لیکن شرک جیسے بدترین دھوکا کی قلعی کھولنے کی ضرورت سے شاید اس میں خاص حرج نہ ہو۔ آپ کوئی قبر اُکھاڑ کر دیکھ لیں۔ اوّل تو کچھ بھی دستیاب نہ ہوگا۔ کچھ ہوا بھی تو ایک بے جان لاش یا گلا سڑا ڈھانچہ دیکھنے والے کو یہ دیکھ کر یقیناً مایوسی ہوگی کہ جس پر اتنا کچھ ہوتا تھا وہ تو کچھ بھی نہ سلا۔ اس وجود کی اگر کچھ اہمیت ہے تو صرف اس لحاظ سے کہ کبھی یہ انسان کا وجود رہا ہے۔ ص

میں بھی کبھی کسی کا سر پر غور تھا

ورنہ یہ ہمارے کام کی کوئی چیز نہیں۔

قبروں کی زیارت اگر مسنون ہے تو صرف اس لیے کہ آدمی اہل قبور کے

حق میں دعائے خیر کرے۔ اور قبرستان دیکھ کر موت یاد آئے۔ فرمایا:-

زور والقبور فانہا تذکرو الموت (مسلم، عن ابی ہریرہؓ)

قبروں کی زیارت کرو۔ اس سے موت یاد آتی ہے۔

لیکن ہمارے دائرین کو مُردوں میں زندگی بلکہ خدائی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ عجیب اُلٹی منطق ہے۔

روایات سے اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کا تعلق اپنے وجود سے کم از کم اتنا ضرور ہوتا ہے جس سے اس کو ثواب یا عذاب کا ادراک ہو سکے۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ بعینہ ہی وجود ہوتا ہے کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا ہوتا پھر وجود گلنے سڑنے کے کیا معنی۔ ایک ضعیف روایت کے مطابق انبیائے کرام کے اجسام محفوظ رہتے ہیں۔ باقی سب کا جسم عموماً کچھ دیر بعد خاک ہو جاتا ہے۔ جو انسان درندوں یا مچھلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سوئے لید کے کیا رہ جاتے ہوں گے۔ کئی قومیں مُردوں کو دفناتی ہی نہیں بلکہ جلا کر خاکستر کر دیتی ہیں۔ کیا خیال ہے اس وجود کے تبدیل ہو جانے سے انسان ثواب یا عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں نے اس وجود کو بے پناہ اہمیت دے رکھی ہے۔ ان کا تو یہی مذہب ہونا چاہیے۔

در اصل یہ سب رُوحانی سلسلہ ہے ہو سکتا ہے رُوح کا کچھ نہ کچھ تعلق خاکی وجود سے ہو اور وہ وجود خواہ کسی شکل اور کسی مقام پر ہو قبر کا احساس ہر جگہ اور ہر حالت میں ہو سکتا ہے۔ عین ممکن ہے ایک لاش پانی میں تیر رہی ہو۔ لیکن اسے آگ کا عذاب ہو رہا ہو اور مومن کے لیے آگ گلزار بن جائے۔ شہداء کی زخمی لاشیں زیر زمین دفن ہوتی ہیں۔ لیکن ان کی رُوحیں گلستانِ برزخ میں حسین پرندے بن کر اڑتی پھرتی ہیں۔ دجال کی جنت اور دوزخ میں بھی برعکس تاثیر پائی جائے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے محل کی بجائے قید خانہ میں اپنی بہتری نظر آئی۔

رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَيِّ عَوْنِي إِلَيْهِ (یوسف: ۳۳)  
اے میرے مالک! جس طرف مجھے یہ بلاتی ہے اس سے جیل مجھے زیادہ محبوب ہے۔

ہمارا سبق  
خیر کچھ شکل بھی ہو بہر حال رُوح کا اپنے وجود کے ساتھ تعلق ہوتا

ہوگا ہمارے ساتھ نہیں ہوتا جہاں سے استعانت کرنے لگیں۔ ہم نے تو یہی سبق پڑھا ہے۔  
 اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اَيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ (فاتحہ)

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

مراد ہر ایک کی پوری ہوتی ہے

ہمارے بھائیوں کے ذہن میں بات آئے یا نہ آئے انہیں تو صرف اس بات سے  
 مطلب ہے کہ قبروں پر حاضری دینے سے مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اگر اتنی دلیل  
 کافی ہو تو پھر مرادیں تو بت پرستوں کی بھی پوری ہوتی ہیں اور ہماری بھی پوری ہو  
 جاتی ہیں جن کی پیشانی بجز خدائی چوکھٹ کے کسی کے آگے جھکنا سیکھی ہی نہیں۔

اسپیشلسٹ

لطیف یہ ہے کہ اُنہوں نے حکیموں اور ڈاکٹروں کی طرح خالق ہوں کو بھی  
 اسپیشلسٹ بنا رکھا ہے کہ اس جگہ فلاں مرض کا علاج ہوتا ہے اور دواں پر فلاں  
 فلاں مراد پوری ہوتی ہے۔

ہر جانی

اور ہر جانی اتنے کہ ایک جگہ مراد پوری ہوتی نظر نہ آئے تو دوسرے تیسرے  
 مزاروں پر ذیل ہونے پہنچ جاتے ہیں۔

کفار مکہ اور مشرکین

پہلے زمانے کے کفار جب کہیں طغیانی میں گھر جاتے تو انھیں اپنے معبود  
 سب بھول جاتے۔ اور صرف خدا یاد رہ جاتا۔

وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُوا اَنَّهُمْ اَحْيَطُ بِهٖم  
 دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّينَ (یونس : ۲۲)

اور آئی ان کے پاس لہر ہر طرف سے اور وہ سمجھے اب انھیں گھیر لیا  
 گیا تو اللہ کو خالص اسی کی بندگی کرتے ہوئے پکارنے لگے۔

لیکن ان کا سفینہ جب ڈوبنے لگتا ہے تو رب عرش عظیم کی بجائے ان کی

بکار غیروں کا رخ کرتی ہے۔ یا معین الدین اجمیری کشتی پار کمر میری۔ بہاء الحق بیڑا دھک۔ یعنی یہ شرک پر ان کی نسبت زیادہ پختہ عقیدہ کے مالک ہیں۔

خدا ہی رازق ہے

مسلمان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ سب کو وہی دیتا

ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود)

ہر ایک کا رزق اللہ کے پاس ہے۔

وہ کوئی چیز نہ دینا چاہے تو سارے جہان کے اولیاء مل کر بھی اسے اپنی مرضی سے نہیں ہٹا سکتے۔

ضعف الطالب والمطلوب (الحج : ۴۳)

چاہنے والا اور چاہا گیا دونوں کمزور ہیں۔

لَا مَالٍ لَنَا أَعْطَيْنَتْ وَلَا مَعْطَىٰ لَنَا مَنَعَتْ (عن مغیرہ بن شعبہ بخاری)

صک۔ مسلم ص ۲۱۸

خدا ایسے تو دے اسے کوئی روک نہیں، اور جسے تو روک دے، اسے

کوئی دے نہیں سکتا۔

یہ بھی قدرت ہے

اس کی صفت صرف یہی نہیں کہ دے، یہ بھی ہے کہ نہ دے۔ اس کا نہ دینا طرز

اور کمزوری کی بنا پر نہیں بلکہ یہ بھی اظہار قدرت کی ایک لطیف صورت ہے۔

وَيَجْعَلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ عَقِيمًا۔ (شوری : ۵۰)

اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔

بلند ظرفی

یہ خدا کی مہربانی ہے وہ اہل شرک کو بھی دے دیتا ہے عین اس وقت جب کہ

وہ غیر کو پوچھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہیں سے ملا ہے اللہ کی رحمت



ان کے لیے آزمائش بن گئی۔  
غیرت

باپ بیٹے کو غیر سے مانگتے دیکھے تو اسے غیرت آتی ہے لیکن انوس ہم نے خدا کو  
آتنا غیور بھی نہ سمجھا۔ آہ کتنا ظلم ہے۔  
یا رسول اللہ

نافعی الحاجات وہی ہے لیکن یہ حضرت غیر اللہ کو پکارے بغیر نہیں رہ سکتے۔  
ایک نہیں کئی ایک کو پکارتے ہیں۔ سب سے بڑی ہستی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ہے۔ ان کو نام کا نعرہ تو ان کا جزد ایسا ہے۔ نعرہ رسالت یا رسول اللہ۔ پھر اس کے  
بعد ایک نعرہ حیدری یا علی۔ نعرہ غوثیہ یا غوث اعظم علی ہذا القیاس۔ ذرا عقل کی  
پرداز ملاحظہ ہو۔ نعرہ تکبیر کے جواب میں اللہ اکبر۔ اور نعرہ رسالت و دیگر نعروں  
کے جواب میں یا رسول اللہ یا فلاں اور یا فلاں۔ گو یا یہ لوگ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ  
سے بھی زیادہ حاضر و ناظر اور مددگار سمجھتے ہیں اللہ اکبر کی طرح محمد رسول اللہ وغیر  
بھی کہا جاسکتا ہے۔

حضور کے نام سے عداوت۔ خدا کرے کسی دشمن کو بھی نہ ہو۔ لیکن ان  
عاشقوں کی ٹیڑھی محبت سے ہمیں ضرور گلہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔  
وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (الانعام: ۵۹)

غیب کی چابیاں اسی کے پاس ہیں خدا کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔  
غیب نہ جاننے کی وجہ تھی کہ حضور نے ستر قادی اہل صفہ میں سے بد نیت کفار  
کے ساتھ کر دیے جنہیں لے جا کر انہوں نے ہر مونہ کے مقام پر بے دردی سے  
ذبح کر ڈالا۔ اور آپ انہیں پہچان نہ سکے۔ بلکہ پتہ بھی نہ چلا۔ بعد میں بذریعہ وحی  
اطلاع ملی۔ تو یہ سنگین واقعات معلوم ہوئے اور شدید رنج پہنچا۔ اب وفات  
کے بعد اس قسم کی صفات حضور کی ذات پاک پر چسپاں کرنا کہاں کی عقیدہ مندی  
ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں :-

من یعتقد ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیعلم الغیب فهو کافر لان علم الغیب صفة من صفات الله تعالى سبحانه ربکا المرأة الحقیقت  
ص ۱۸ مطبوعہ مصر

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے  
کیونکہ علم غیب اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے ۔

ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ انبیائے کرام صرف اتنا ہی  
جانتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ انہیں کسی وقت نینلا دے ۔ حنفیہ نے تصریح  
کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر  
ہے ۔ کیونکہ یہ قرآن مجید کی اس آیت کے برخلاف ہے ۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله (النمل ۵)  
کہ دو کہ اللہ کے سوا غیب کو زمین و آسمان میں کوئی نہیں جانتا۔  
(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۴)

نیز فتاویٰ قاضی خان میں بھی لکھا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنا  
کفر ہے ۔

(بحوالہ حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۳۲)

گنجائش نہیں درنہ مسئلہ حاضر و ناظر تفصیل سے زیر بحث لایا جاتا ۔  
ہمیں لفظ ”یا“ سے کہ نہیں ۔ صحابہ کی زبانیں یا رسول اللہ کہتے نہ تھکتی  
تھیں ۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے ”یا“ کا تعلق حاضر سے ہے ۔ حضورؐ زندگی میں  
ہر جگہ حاضر نہ پائے گئے ۔ اب کیونکہ ہونے لگے ۔ مدد کا مسئلہ تو بعد کی چیز  
ہے ۔ نہ جانے انہیں بیٹھے بیٹھے کیا سوچتی ہے یا کیا کج روش آ جاتا ہے  
اور آپ ہی آپ یا رسول اللہؐ کا نور مپانے لگتے ہیں ۔ کیسا مجہد مذاق اور گستاخی  
ہے ۔ اگر یہ حضورؐ کو اپنے پاس موجود سمجھتے ہیں تو آپؐ کی موجودگی میں تو



انہوں نے حضورؐ کو اس طرح خدا میں ضم کرنے کی مجرمانہ کوشش کی ہے کہ اب آپؐ ان کے نزدیک من دون اللہ ہی نہیں رہے۔ تاکہ کوئی یہ اعتراض ہی نہ کر سکے حضورؐ خدا کے سوا ہیں۔ انھیں نہ پکارا کرو۔ یعنی حضور عین خدا ہو گئے۔

من تو شدم تو من بشدی      من تن شدم تو جاں شدی  
تا کس نہ گوید بعد ازین      من دیگرم تو دیگری !  
لو بحث ہی ختم ہو گئی۔ العیاذ باللہ۔  
یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے

۱۔ شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں  
حبیبؐ خدا خود خدا بن کے آیا  
۲۔ ہمارا نبی تو بشر ہی نہیں      خدا ہے تجھے کیا خبر ہی نہیں  
مقام اس نبی کا عرش بریں ہے      خدا نہ کہے جو وہ کافر لیں ہے  
۳۔ کیا فرق ہے عزیز و حضرت میں اور خدا میں  
وہ بھی اللہ ہے یا رو یہ بھی اللہ ہے یا رو !

چاچر دانگ مدینہ دے کوٹ مٹھن بیت اللہ  
ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

پیر و کار

اب بھی ان کے پیر و کار آنکھوں پر پٹی باندھے رکھیں۔ تو بڑا ہی افسوس ہے۔ پیشتر اس سے کہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

رَبَّنَا هُوَ لَادُ اَصْلُوْنَا فَاَنْتَرِهْمُ عَنْ اتِّبَاعِ مَنْعَفَا مِنْ النَّارِ۔

(اعراف : ۳۸)

پروردگار ! انہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا انھیں طویل عذاب کر۔

میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان حضراتوں نے آپ کی بے حد غلط راہنمائی کی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو کفر کے اتھماں خطرناک مقام پر لے آئے ہیں۔ خدا را آپ ہی ان مفاد پرستوں کا پیچھا چھوڑ دیں۔ درود تو اپنی ہٹ سے باز نہیں آنے کے۔

### تعریف میں مبالغہ آمیزی

حدیث شریف میں ہے :-

لَا تَطْرُدُنِي كَمَا اطْرَدَ النَّصَارَى عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُ  
فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (عن عمرو بن حارثي ص ۴۹)  
جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔  
تم میری تعریف میں غلو مت کرنا۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ تم مجھے  
اس کا بندہ اور رسول کہو۔

### حضور کے دشمن

جب ہم اس قسم کی باتیں کرتے ہیں تو ہمیں حضور کا دشمن کہہ کر اپنے مریدوں کی  
تسلی کر دیتے ہیں اور اپنے تبئیں سمجھ لیتے ہیں کہ جواب ہو گیا۔ حالانکہ انھیں  
معلوم ہونا چاہیے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں قرآنی آیات اور حضور کے فرامین ہی کا  
مبادک سرمایہ ہیں۔ شریعت ہمارے گھر کی گھڑی نہیں۔ جو خود ملے ایجاد کریں ان پر  
اسلام کا ایبل لگائیں۔ اور مخالفوں پر فتوؤں کی توپ چلائیں۔  
وَيَقُولُونَ هُوَ صَنِيعُ اللَّهِ ذَا مَا هُوَ صَنِيعُ اللَّهِ (دآل عمران)  
اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ نہیں ہے وہ اللہ کی

طرف سے۔

ہمیں غیر تعلدیت کا طعن ہی اس لیے دیا جاتا ہے کہ ہم حضور کے سوا کسی انسان  
کی بات کو بالا استقلال محبت نہیں مانتے۔ اور ہم نے سارے جہان سے صرف  
حُب نبوی کی خاطر لڑائی مول لے رکھی ہے۔ یعنی حضور کی محبت ہی ہمارا جرم ہو کر

دہ گئی ہے۔

## محبت کا مظہر عمل ہے

ہمارے یہ بھائی حضورؐ سے خالی محبت ہی کو سب کچھ خیال کر بیٹھے آپؐ کا نام سن کر انگوٹھے چومے، جوش یا صند میں آکر زور سے یا رسول اللہؐ کا نعرہ لگایا اور نعین گالیں تو یہ محبت ہو گئی۔ عمل کریں ان کے دشمن۔ قرآن پاک میں ہے:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ  
ذَالِ عِمْرَانَ: (۳)

کہہ دیجئے اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو تو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

یعنی اللہ سے محبت کرنے اور اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے وسیلہ حضور علیہ السلام کی پیروی ہے۔ تو کیا حضورؐ کی اپنی محبت حاصل کرنے کے لیے خالی نعروں سے ٹرھا دیا جائے گا۔ حضورؐ تو تشریف ہی اس لیے لائے تھے کہ آپؐ کی پیروی ہو۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء: ۶۴)

ہم نے ہر پیغمبر اطاعت کیے جانے کے لیے بھیجا ہے اللہ کے حکم سے۔ لیکن ہمارے بھائیوں کو محبت ہی سے فرصت نہیں ملتی عمل بے چارے کس وقت کریں۔

## تعظیمِ سجدہ

انہوں نے غیر اللہ کی محبت و تعظیم میں اتنی زیادتی اور مبالغہ سے کام لیا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی نظر انداز ہو گیا ہے۔

يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (بقرہ: ۱۶۵)  
یہ ان سے اتنی محبت کرتے ہیں جتنی اللہ سے کرنی چاہیے۔ لیکن مومنوں کے دل میں اللہ ہی کی محبت شدید ہوتی ہے۔

ماسوا اللہ سے وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جو خاص خدا ہی کا حق ہے بلکہ شاید

اس سے بھی کہیں زیادہ - سجدہ معمولی بات نہیں ہے - اور بڑے بھوپن سے کہہ دیا جاتا ہے - ہم عبادت تقویٰ اہی کرتے ہیں - ہم تو تعظیم بجا لاتے ہیں -

حالانکہ شاید انھیں معلوم نہیں کہ کثرت تعظیم ہی عبادت ہو جاتی ہے عبادت مقصود نہ ہونو بھی مخصوص صریحہ دال ہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں - فرمایا :-  
لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ رَآيَا تَعْبُدُونَ رَحْمَةُ السَّجْدَةِ ۝ (۳۷)

سورج اور چاند کو نہیں اس اللہ کو سجدہ کرو - جس نے ان کو پیدا فرمایا - اگر تم نے خاص اسی کی عبادت کرنا ہے -

قیس بن سعد نے کہا - یا رسول اللہ جیرہ شہر کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے تو فرمایا :  
ارأيت لو صررت بقبري اسكنت تسجد له قلت لا قال فلا تفعلوا لو اسراحد ان ليسجد لاحد لا صرت النساء ان يسجدن لا زواجهن لما جعل الله لهن عليهن من حق (البوداؤد - کتاب النکاح)  
اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کر دو گے میں نے کہا نہیں - تو فرمایا کرتا بھی نہیں -

اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دینا تو عورتوں کو کہتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر خاوندوں کا حق رکھا ہے -

سابقہ شریعتوں میں اگر کہیں غیر اللہ کو سجدہ کا ذکر ملتا ہے تو وہ کئی اور مسائل کی طرح شریعت مسطوفی سے منسوخ ہو چکا ہے - براہ مہربانی گڈڈ کی کوشش نہ کیجیے - تعظیمی سجدہ شرک نہ بھی ہو تو بھی اس کے حرام ہونے میں کسی کو شبہ نہیں - اس پر سب آئمہ کا اتفاق ہے -

چنانچہ فقہ حنفی کی سب سے معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے

مذہب میں جائز نہیں کہ کوئی کسی کو کسی طرح کا سجدہ بھی کرے۔ جواہر الیسا کرے وہ کافر ہے۔ (بحوالہ قبر پرستی از جناب حافظ صلاح الدین یوسف ص ۱۳۲)

اور دُورِ مَختار میں لکھا ہے علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین پر بوسہ دینا حرام ہے۔ اس پر عمل کرنے والا اور اس کو پسند کرنے والا دو نوز کا کافر ہیں۔ کیونکہ یہ عمل بُت پرستی کے مشابہ ہے (ص ۶۹۹) بحوالہ قبر پرستی از جناب حافظ صلاح الدین یوسف ص ۱۳۲ عبادتِ سجدہ کے علاوہ کبھی ہے

اس حُرمت کے پیش نظر کچھ دوست سجدہ کو واقعی نامناسب سمجھتے ہیں۔ باقی قیام رکوع قعود دُعا وغیرہ جو بھی ہوتا ہے ان کی نظر میں ٹھیک ہے۔ یہ بھی غلطی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں صرف سجدہ نہیں کیا جاتا اور کبھی حالتیں ہوتی ہیں۔ کیا انھیں عبادت سے خارج کر دیجئے گا۔ یہ خشوع و خضوع یہ نیاز مندی اور یہ سوالیہ نگاہیں کسی بھی حالت میں ہوں عبادت نہیں تو کیا ہیں؟ صرف کہنے کا فرق ہی ہے۔

### خیرات یا رشوت

بعض لوگ اس لیے بھی قبروں کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہاں نذر و نیاز دینے سے شاید ان کی حرام کی کمائی علت سے بدل جائے گی۔ اس بھول میں نہ رہیے گا یہ خیرات نہیں رشوت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایسی کمائی کو اشرف قبولیت نہیں بخشتا۔

لا یقبل الله الا الطیب (عن ابی ہریرہ - بخاری ص ۱۸۹)  
وہ صرف پاک مال قبول کرتا ہے۔

ہاں یہ گدیوں کے ساتھ چمٹی ہوئی حضرتیں اور سرکاری قبول کر لیں تو اور بات ہے۔

پی پیٹ کے پیکاری

یہ موٹی موٹی گردنوں اور لمبی لمبی تو نڈوں والے گرج صفت مجاور قبروں



کے سر ہانے اسی امید پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ بدھو لوگ چڑھاؤں کی شکل میں نذرانے لے کر آئیں تو یہ انھیں اپنے جہنم کا ایندھن بنائیں۔ ان کی سوچ بنی ہوئی ہے کیا شریہ حضرات اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ان کی دی ہوئی نذریں پیروں کو پہنچتی ہیں۔ یا اگلے دن کسی گڑ میں بہ جاتی محکمہ اذنانے تو شرعاً کفر و شون کا انتظام ہونے نام کر رکھا ہے۔ یہ پرچون طور پر جو قبر نشروشی ہوتی ہے اس کی سیل بھی بہت زیادہ ہے۔ چڑھاؤں کی رسم بند کیجئے۔ تو پھر دیکھیے! مجاور کتب تک ٹکے رہتے ہیں۔ سب ارادت پن رخصت ہو جائے بھوکوں مرنے لگیں گے تو انہی خانقاہوں کو گالیاں نہ دیں تو میرا نام نہیں۔

فقہ کی کتاب غرائب فی تحقیق المذاهب میں لکھا ہے مشائخ اور شہداء وغیرہ کی قبروں پر غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا خواہ ان پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے حرام ہے ایسا کرنے والے کا فرہیں۔ (بحوالہ قبر پرستی ص ۵۷) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں اور یہ لوگ بزرگوں کے لیے جو حیوانات کی نذرانے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر لے جا کر ان کو ذبح کر دیتے ہیں تو قسمی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا گیا ہے (مکتوب امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۴۱)

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ ادلیائے کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزاروں پر روپے پیسے وغیرہ نذرانے لے جانا بالاجماع حرام ہے (ج ۱ ص ۲۱۶)

حقیقت یہ ہے مزاروں کی یہ رونقیں بزرگوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی وجہ سے قائم ہیں۔ اگر نذرانوں کا چکر ختم ہو جائے تو قبر پرستی کی تمام رونق دلوں میں ختم ہو جائے۔ اور مزاروں میں اُتو بولنے لگیں نہ صرف یہ بلکہ شرک و بدعت کی ہر رسم کا استیصال ہو جائے۔ قبر پرستی کی حرکان کھولنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ پچھی قبر بنا کر اس کے

اوپر گنبد تعمیر کر دیا جائے۔ اس کاروبار میں اس امر کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ جو مردہ اس میں ڈالا گیا تھا وہ صحیح معنوں میں انسان بھی تھا یا نہیں۔ لاپرواہی کی انتہا یہ ہے کہ بے اوقات وہ قبر بالکل مصنوعی ہوتی ہے یعنی اکثر اوقات تو پیر جعلی ہوتا ہے اور کبھی سرے سے قبر ہی جعلی ہوتی ہے کیونکہ کسی نے کھود کر حقیقت گھوڑی معلوم کرنی ہوتی ہے۔ اس مکاری کا راز فاش کرنا تو مذہبی معاملات میں مداخلت تصور کیا جاتا ہے۔ کہیں گھوڑا دفن ہے۔ کہیں گدھا دفن ہے کہیں نانگا دفن ہے۔ کہیں کالوں والی سرکار دفن ہے اور کہیں زہر ناز والی سرکار دفن ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ امت حکایات میں کھو گئی

### قبضہ گروپ

آپ حیران ہوں گے بے شمار ”روغن“ صرف اس لیے بنا دیے جاتے ہیں کہ لمبے چوڑے احاطے پر بنا جائز قبضہ کیا جاسکے یعنی ایک قبر یا قبر نما شکل بنائی۔ اس کے اوپر گنبد بنایا چار دیواری قائم کی۔ بچوں کے لٹاؤٹ اور حیض کے لتوں جیسی رنگ برنگ دھجیاں لٹکائیں۔ چھڑکاؤ کے لیے ایک ٹاشکی رکھ لیا اور کسی مجربانہ ذہنیت رکھنے والے اور نشے کا کاروبار کرنے والے بھنگی چرسی کو ڈاڑھی رکھوا کر بطور سجادہ نشین یا مجاور اور سائیں بابا کے پیش کر دیا۔ اور پھر شہر میں اس مضمون کے اشتہار لگا دیے کہ پیر طریقت رہبر شریعت سلطان المعارفین۔ قدوة السالکین حضرت سرکار بابا جی فلاں فلاں۔ قادری چشتی۔ مجددی۔ اجمیری وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک فلاں تاریخ اور فلاں وار شریف کو منعقد ہو رہا ہے۔ یوں دوکانداری مکمل ہو جاتی ہے۔ کاروبار سیٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے اور جگہ پر قبضہ بھی پکا اور رجسٹرڈ ہو جاتا ہے۔

## مسرح کاری سرپرستی

قبر پرستی کو کچھ سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے۔ محکمہ اذنانہ مساجد سے زیادہ مقابر کی دکھوالی کرتا ہے۔ نیز کسی نے بیرون ملک جانا ہو تو فارم پر سیر و سیاحت یا کاروبار کی بجائے زیارت کا لفظ درج کرنے سے پاسپورٹ کی منظوری کے امکانات زیادہ روشن ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے ایک تو لوگ جھوٹے کہتے ہیں اور دوسرے قبر پرستی کو شہرت ملتی ہے۔ متعلقہ حکام ممکن ہے ثواب کے لیے ایسا کرتے ہوں۔ لیکن ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ لفظ زیارت کا اندراج بالعموم ایک بہانہ ہوتا ہے۔ اگر حقیقتاً بھی کوئی اس مقصد کے لیے جانا چاہے تو بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہیے۔ کسی جگہ کو مقدس سمجھ کر جانے کے لیے حضورؐ نے سفر پر پابندی عائد کر دی ہے۔ فرمایا:

لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِ هَذَا عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ خَدْرَى (بخاری ص ۱۵۹ - مسلم ص ۴۴۷)

تین مسجدوں یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے سوا کہیں سفر کرنے مت جاؤ۔

جو لوگ مزاروں پر حاجتیں طلب کرتے ہیں شاہ ولی اللہ رحمہ نے اپنی کتاب نفحات اکبیر میں ان کے اس فعل کو لات و عزیمتی کی پرستش کی مانند قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں ہر وہ شخص جو اجمیر یا سالامسعود اور دیگر ان جیسی قبروں پر طلب حاجات کے لیے جاتا ہے وہ قتل اور زنا سے بھی زیادہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ بالکل اس شخص کی طرح ہے جو بتوں کی عبادت کرتا ہے یا لات و عزیمتی کو پکارتا۔ (ج ۲ ص ۴۵)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا تشد الرحال کے متعلق لکھتے ہیں میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ قبر کسی دلی کی عبادت گاہ (خانقاہ) اور کوہ طور اس نہی میں سب برابر ہیں (حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۷۱)

## بھیڑ چال

تبر پرستی کا ایک سبب قبوری حضرات کی یہ غلط فہمی ہے کہ چونکہ قبروں پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ لہذا لازماً اسے اللہ تعالیٰ کی منظوری حاصل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ ہوتا تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ دلیل مشرکین بھی دیا کرتے تھے۔ مثلاً فرمایا:

وَقَالَ الَّذِينَ اشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ  
مَنْ دَلَّا اَبَاؤُنَا وَلَا حُرْمَانًا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ (نحل: ۳۵)

اور مشرکوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباء و اجداد اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام کرتے۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ اشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اشْرَكْنَا وَلَا حُرْمَانًا مِنْ شَيْءٍ (الانعام - ۱۲۸)

عنقریب مشرک کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے نہ شرک کرتے نہ کسی شے کو حرام کرتے۔

یعنی انہوں نے بھیڑ چال کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا نام دے دیا۔ اس طرح تو تمام جرائم کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ یہ ہو رہے ہیں لہذا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند اور مشروع ہیں

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں کام برا لگتا تو کیوں کرنے دیتا۔ آخر ہر فرقے کے نزدیک بعض کام <sup>۳۲۵</sup> برے ہیں۔ پھر وہ کیوں ہوتے ہیں (موضع القرآن) بحوالہ شرف الموشی از مولانا عبدہ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستلزم نہیں سمجھ لینا چاہیے۔

محدث ابن طاہر کہتے ہیں :-

من فقد لزيرة قبور الانبياء والصلحاء ان يستل عند قبرهم  
 ويدعو عند ها وسألهم الحاج فلهذا لا يجوز عند احد من علماء  
 المسلمين فان العبادة وطلب الحاج والاستعانة حق الله وحده  
 (مجمع البحار) بحوالہ انوار التوحيد ص ۳۹۲ از مولانا محمد صادق صاحب بیالکوتی -  
 جو شخص انبیاء اور صلحاء کی قبروں کے پاس قصداً جا کر نماز پڑھے -  
 دعا کرے اور ان سے حاجتیں مانگے تو یہ علمائے اسلام میں سے -  
 کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں - کیونکہ عبادت - حاجتوں کا مانگنا اور  
 مدد چاہنا صرف اللہ ہی کا حق ہے -

یہ کتنی بے ہودہ رسم ہے کہ جب باہر سے کوئی سرکاری مہمان آتا ہے تو اس کے  
 لیے بھی لازم ہوتا ہے کہ ہمارے بڑوں کی قبروں پر پھولوں کی چادر چڑھا دے -  
**اقوال بزرگان**

بعض بزرگوں کے غیر بزرگانہ حوالے بھی قبر پرستی کا سہارا بنے ہوئے  
 ہیں جس میں ایک نام حضرت شاہ ولی اللہ کا بھی آتا ہے - بات یہ ہے کہ ہمارے  
 دین کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے - نہ کہ ایسے بزرگوں کے اقوال پر جو کہ سرے سے  
 مصدوم عن الحفظ ہی نہیں - جہاں تک حضرت شاہ ولی اللہ کا تعلق ہے یقیناً  
 ان کی کتاب جمعات وغیرہ میں کمزور باتیں پائی جاتی ہیں - لیکن الحمد للہ بعد میں  
 انہوں نے الفوز الکبیر البلاغ المبین حجة الله البالغة جیسی کتابیں لکھ  
 کر اپنی پوزیشن صاف فرمائی ہے اور توبہ کر لی ہے - مثلاً ایک مقام پر وہ تحریر  
 فرماتے ہیں :

میں اپنی ہر اس بات سے اظہار برأت کرتا ہوں جو کتاب اللہ و سنت  
 صیحہ اجماع خیر القرون جمہور مجتہدین اور سواد مسلمین کے خلاف  
 ہو - اگر کوئی ایسی شے وقوع میں آئی ہے تو وہ غلطی سے اللہ  
 تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ہمیں ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں سے

سے آگاہ کرے اور بیدار کرے درجۃ اللہ البالغہ عنہا۔

ہم سے چڑا کر

خانقاہوں میں ہونے والے اس ناجائز کاروبار کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ یعنی ہم سے چڑا کر وہ شرک کی گاڑی کو اور تیزی سے دھکیلے ہیں۔ گزارش ہے ہم تو پھر شراب جو ادغیرہ کو بھی بڑا کہتے ہیں۔ ہماری مخالفت ہی مقصود ہے تو ان چیزوں کو بھی اہلسنت والجماعت کا مسلک بنا لیجئے۔ اگر کہا جائے کہ ان کی حرمت تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو کیا شرک کی حرمت ہی کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ جسے روکنے کے لیے خاص انبیاء شریف لائے۔

مغفولیت

مجھے تعجب ہوتا ہے کئی لوگ مذہب کو کوئی مغفول چیز نہیں سمجھتے تاہم شرک کی مغفولوں میں وہ بھی بھاگے جاتے ہیں۔ کیا ہمیں انھیں مغفولیت نظر آتی ہے؟ یا شاید انہی مغفولوں کا اثر ہے کہ وہ مذہب سے بیگانہ و بددل ہوتے جلتے ہیں۔

ان پیروں کو سمجھا لو

اولیاء کی تعظیم کے نام پر بہت کچھ ہوتا ہے۔ کئی جعلی پیر دندنا تے پھیر رہے ہیں۔ جنہوں نے خدا کے نیک بندوں کی ساکھ بھی تباہ کر دی ہے۔ ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

میں بریلوی مکتب فکر کے کارپروازوں سے ہزار ادب گزارش کروں گا کہ وہ انہیں کچھ سمجھائیں اور لگام دیں۔ درنہ آپ کی خاموشی کو نیم رعنا تصور کرتے ہوئے سمجھ لیا جائے گا۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے آپ کی شہ پر ہوتا ہے اور آپ کے زیر سایہ ہوتا ہے۔ آپ نے کبھی ان کے خلاف کھل کر تبلیغ نہیں کی۔ یہ آپ کی قوم ہیں۔ اگر آپ کو ان کا اخلاق پسند نہیں تو ہماری بجائے آپ کا فرض ہے کہ انھیں درست کریں۔

ان مجاہدوں نے اللہ کی بھی نماز پڑھی ہے اور نہ کوئی شرع کا کام ہی سیکھا ہے۔ بھنگیں، چرسے اور شرابیں پی پی کر آنکھوں میں ”نور“ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ خدا را انھیں روکیے کہ وہ قوم کی آبرو اور ایمان کو نہ لوٹیں۔

عبادت کے لائق فقط ذات تیری  
نہیں کوئی معبود تیرے سوا ہے

## مسئلہ سماع موتی

دس برس پیشتر یہ مضمون حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد عبد صاحب مدظلہ العالی کی زیر صدارت مجلس علمائے اہلحدیث میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد یہ ہفت روزہ الاسلام میں قسط وار چھپا۔ پھر حضرت مولانا خالد گسر جاکھی صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ نے اسے نور الدہلی میں شائع کیا۔ فردوسی و تاریخ ۱۹۸۶ء کتاب کی مناسبت سے کچھ اضافہ کے ساتھ اسے سہ بارہ شائع کیا جا رہا ہے کیونکہ سماع موتی کا غلط عقیدہ بھی قبر پرستی کے اہم اسباب میں سے ایک ہے۔

موت کیا ہے ؟

جسم اور رُوح کے ملنے کا نام زندگی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں انفکاک النسبة عن البدن رجعة الله البالغ یعنی رُوح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام موت ہے جب تک انسان بقیہ حیات رہے اس کے حواس باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ وہ دیکھتا بھی ہے، سونگھتا بھی ہے، چکھتا بھی ہے، سونگھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ مر جائے تو حواس سمیت مرنے لگتا ہے۔ اس کا دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھوننا اور سننا سب موقوف ہو جاتے ہیں نہ صرف یہ کہ اس کے حواس کام کرنا بند کر دیتے ہیں بلکہ وہ سر

سے ناپیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ قوت، وہ مشینری اور کل پُرزے ہی ختم ہو جاتے ہیں جن سے وہ کام لیا کرتا تھا۔ یہ فانی وجود رہتی دُنیا تک کے لیے مٹی میں تحلیل ہو کے رہ جاتا ہے۔ منہا خلقنا کم و فیہا نعیدکم (طہ: ۵۵) اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹا دیتے ہیں۔

**ایک غلط دعویٰ**

جو لوگ سماع موتی کا دعوے کرتے ہیں وہ عقل و نقل دونوں کی نفی کرتے ہیں فرمان الہی ہے۔ ان الذین تدعون من دون اللہ عبادا مثلاً لکم فادعوا فلیستجیبوا لکم ان کنتم صدقین ہ اللہم ارجل یشون بہام لہم اید یمطشون بہام لہم اعین یمصون بہام لہم اذان لیسمعن بہا (اعراف: ۱۹۷ و ۱۹۵)

جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں اس پکار ان کو چاہیے کہ جواب دیں وہ تمہیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہوں آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں فرمایا ومن اضل ممن یدعو امن دون اللہ من لا یتجیب لہ الی یوم القیمة و ہم عن دعائہم غافلون و اذا حشر الناس کانوا لہم اعداء کانوا لعبادہم کفرین (احقاف: ۱۶۵) اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دیں گے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں اور حشر کے روز وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ اُس روز مشرکوں کو ان کے بنائے ہوئے شریک کہیں گے ٹکفی باللہ شہید ابیننا و بینکم ان کنا عن عبادکم لغافلین (یونس: ۲۹) ہمارے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

پرستش کیے ہوئے بزرگوں کے و صاف حق مضمون سے ان لوگوں کی تردید



ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ ان آیات میں بتوں کے سماع کی نفی ہے نہ کہ بزرگوں کے سماع کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیہم دائرہ : ۱۱۴) میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ قرآن مجید میں غالباً حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا ہے۔ فاما ۱۱۴) ما ۱۱۴) عام ثمر بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت ما ۱۱۴) عام در بقدرہ : ۱۲۵۹)

اللہ تعالیٰ نے انہیں سو سال تک مارے رکھا پھر اٹھا کر پوچھا کتنی رہا ہے؟ کہنے لگے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ فرمایا کہ تم سو برس پر پڑے رہے۔ انھیں پوری صدی میں کسی قسم کا احساس نہ ہوا۔ حالانکہ ان کا وجود بھی سلامت تھا۔ اور زمین کے اُدپر تھا۔ اس سے اندازہ لگا لیجیے زیر زمین والوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حشر کے دن لوگ کہیں گے۔

لبثنا یوما او بعض یوم (مومنون: ۱۱۳) ہم دنیا میں ایک روز یا اس سے بھی کم رہے حالانکہ وہ کئی برس جیسے ہوں گے۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ الذاریہ میں ہے: کانہم یوم یوم و منها لم یلبثوا الا عشیۃ او صبحھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے انھیں گویا ایسے محسوس ہوگا جیسے وہ ایک شام یا ایک صبح رہے ہوں۔ نہ کہ حقیقت میں ایسا لگے گا۔ کیونکہ فرمایا اولم نعمرکم ما ۱۱۴) تن کی تھی فیہ من تذکر فاطر : ۳۷) کیا ہم نے تمہیں اتنی زندگی عطا نہیں کی تھی جس میں کوئی نسیحت حاصل کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ جیسا کہ دنیا میں رہتے ہوئے بیس سال کی بات ہو تو یوں لگتا ہے جیسے کل کا واقعہ ہو حالانکہ پتہ ہوتا ہے کہ

اتنے برس بیت گئے ہیں حضرت عزیر علیہ السلام کی کمائی میں اس قسم کا کوئی قریبہ نہیں ہے قریبہ کو باقریبہ پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

### مردوں کی طرح

جو کافر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کان نہیں دھرتے تھے اور صم بکرمی ہو گئے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوا: اَمَّا لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ وَلَا تَسْمَعُ الصَّوْتِ الدَّعَاءِ (روم: ۵۲) آپ مردوں اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے۔ فرمایا وَمَا لِيَنْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتِ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا لِيَنْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِسَمْعٍ مِنْ فِي الْقُبُورِ (فاطر: ۹ تا ۲۲)

اور نہیں برابر اندھا اور بینا نہ اندھیرے نہ اجالانہ سایہ نہ دھوپ اور نہ برابر ہیں زندے اور مردے اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنا دے اور تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا۔

### کٹ جیتی

مذکورہ آیات پر چند اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں اول یہ کہ یہاں مرد کفار ہیں مردے نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مردے نہیں مٹتے تبھی ان سے کافروں کی مثال دی گئی ہے ورنہ اگر وہ مٹتے تو مثال غلط ہو جاتی۔ مشبہ بہ میں مشبہ سے بڑھ کر وجہ تشبیہ پائی جانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے علاوہ بھی تین چیزوں کا بیان فرمایا ہے۔ یہ سب چیزیں گو بطور مثال ذکر ہوئی ہیں مگر ہیں اپنی جگہ مسلمہ حقیقت علامہ فقہارانی فرماتے ہیں: واما قوله تعالى وما انت بمسمع من في القبور فتتمثيل لحال الكفرة بحال الموتى ولا نزاع في ان الموتى لا يسمع وشرح عقائد ج ۲ ص ۲۲) تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اس میں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ مردے نہیں مٹتے مگر ایک دیوبندی مقلد حضرت مولانا سر فرزانہ رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: ادراک و شعور فہم و سماع میں مُردے اور زندہ برابر ہیں (سماع موقیٰ ص ۲۲)۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان آیات میں نفی سماع کی ہے، سماع کی نہیں۔ یعنی آپ انہیں نہیں سُنا سکتے ویسے وہ سُن لیتے ہیں۔ کیسی بچکانہ بات ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سُنا نہیں سکتے پھر بھلا وہ کیسے سُن لیں گے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:-

اذا انتفى السمع الذي هو الاصل فالسمع الذي هو الفرع انتفى بالطريق الاولى (در شرع عقائد ج ۲ ص ۱۳۳) جب سُنانے کی نفی ہو گئی جو کہ اصل ہے تو سُنانا جو کہ فرع ہے اس کی تو بالادویٰ نفی ہو گئی۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ انہیں نہیں سُنا سکتے البتہ اللہ تعالیٰ سُنا دیتا ہے۔ گواہی یہ ہے کہ پھر اس میں مُردوں کی کیا تخصیص ہے۔ زندوں کو بھی تو اللہ تعالیٰ ہی سُنا دیتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ سماع سے مراد نافع ہے یعنی جس طرح مُردوں کو سُنانا غیر مفید ہے اسی طرح کافروں کو بُھنانا بھی بے فائدہ ہے۔ جیسے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:-

اگر کوئی مردوں کو نصیحت کرے تو بے کار ہے کیونکہ وہ دار العمل نہیں (ربیان القرآن ج ۸ ص ۹۸)

سوال یہ ہے کہ مقلدین کے اسی گروہ کے نزدیک پھر تلقین میت کیسے جائز ہوگی۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ دُور سے نہیں سُنتے البتہ نزدیک سے سُن لیتے ہیں۔ مقلد نہ کہہ لکھتے ہیں مُردہ یا زندہ دُور ہو تو تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ عادتاً وہ دُور سے نہیں سُنتا۔ (سماع موقیٰ ص ۲۶)

مُردہ اور زندہ اگر دونوں برابر ہوں تو بتائیے عادتاً زندہ کب مٹی کی اتنی موٹی تہ کے نیچے سے سُن سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ قبر کے بیچ میں

آرامت رکھ دیتے ہوں تو تب ان کی بات قابل غور ہو سکتی ہے۔ بزرگوں کی قبریں بھی ماشاء اللہ بڑے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اَدَلّا انہیں چاہیے دُوری اور نزدیکی کی پیمائش کا کچھ تعین کریں۔ ہرمزار پر ایک لوح سماعت نصب کریں۔ جہاں یہ تحریر ہو کہ صاحب قبر یہاں سے آگے ٹھن سکتے ہیں پھر انہوں نے ایک چھٹی تاویل یہ کی ہے کہ چپکے سے نہیں سُنتے (سماع موتی ص ۲۲۳) ایسی صورت میں یہ بھی لکھا ہونا چاہیے کہ کس قدر بلند آواز سے سُنتے ہیں۔ بزرگوں کو سُنانے کے لیے اگر مزاروں پر لاؤڈ سپیکر فٹ ہو جائیں تو عوام کو بہت سہولت ہو سکتی ہے۔ یہ سارا کام حضرت صاحب کی زیر نگرانی طے پائے تو نہایت مناسب رہے گا۔ بلکہ بہتر ہے کہ بزرگوں کے کانوں کے پاس ٹیلیفون سیٹ رکھ دیے جائیں تاکہ انھیں دُور دراز مشہروں اور سمندریار ملکوں سے بھی اپنے مریدوں کی درخواست سُنتے ہیں دقت نہ ہو۔ لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریسیور کون اُٹھائے گا۔ ایک ساتویں تاویل یا اعتراض یہ کیا ہے کہ وہ مشرکوں کی نہیں سُنتے (سماع موتی ص ۲۶۱) لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ اہل نبور کو نہیں سُنا سکتے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرکوں کی نہیں سُنتے یہ سراسر کٹ جھتیاں ہیں۔ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم دیونس : ۱۸) کہ دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ بھی نہیں جانتا۔

### حالت موت

میت سُن سکتی تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میت پاک کو سُنا چاہیے تھا صحابہ کرامؓ کا فرض تھا کہ آپؐ کے جسد اطہر سے پوچھتے یا مراقبہ بلکہ مکاشفہ کے ذریعے معلوم کرتے یا رسول اللہ آپؐ موت سے ہمکنار ہوئے ہیں یا نہیں۔ آپؐ کو غسل کس طریقہ سے دیا جائے آپؐ کی نماز جنازہ کس انداز سے پڑھی جائے۔ آپؐ کو کس مقام پر دفن کیا جائے۔ آپؐ کی قبر مبارک

کس قسم کی بنائی جائے شق یا لحظہ؟ اور یہ کہ آپ اپنے بعد خلیفہ کس کو بنانا پسند فرماتے ہیں کیونکہ فان تنازعتم فی شئیٰ فردوا الی اللہ والرسول بلکہ جب استفادہ کی ضرورت پڑی تو انہیں چاہیے تھا کہ دعائے استفادہ کے لیے حضرت عباسؓ کو لے جانے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے درخواست گزار تے۔

گستاخی نہ سمجھی جائے تو عرض کروں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مردوں سے تکلم نہیں فرما سکتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ہولاء القتیٰ لنزکتنہم لہ (بخاری ص ۵۷۳) اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان ناہنجاروں کے بارے میں گفتگو کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں چھوڑ دیتا۔

**نیند بھی**

موت تو ایک طرف رہی۔ تجربہ شاہد ہے کہ نیند کی حالت میں بھی انسان نہیں سن سکتا اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ایک قسم کی فوٹیدگی قرار دیا ہے اللہ ینوئی الانفس حیث موتھا والتی لم یقت فی مناسمھا (زمر: ۴۲) اللہ تعالیٰ موت کرتا ہے جانیں ان کی موت کے وقت اور انہیں بھی جن کی موت نہیں آئی ہوتی ان کی نیند کے وقت۔ حالانکہ اس حالت میں مروج جسم میں موجود ہوتی ہے۔ صرف ہوش غائب ہوتی ہے۔

اصحاب کف کی ولایت میں کیا شک ہے وہ سینکڑوں برس پر پڑتے سوتے رہے۔ جاگے تو کہنے لگے۔

لبننا یومنا (بعض یوم (کف) ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ رات پچھلے پہر حضرت بلالؓ کی ڈیوٹی لگنا کر سو گئے۔ صبح نماز کے وقت سارے قافلے

میں سے کسی کو جاگ ہی نہ آئی۔ حضرت بلالؓ بھی سو گئے۔ بخاری شریف (ص ۴۲) کے الفاظ ہیں۔ فَاِیْقِظْنَا الْاَحْرَ الشَّمْسُ۔ (ہمیں سورج کی گرمی نے جگا یا حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر باؤاز بلند تکبیریں کہنا شروع کیں تب ان کی آواز سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے ایک روایت میں ہے کہ پھر فرمایا ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء و ردھا علیکم حین شاء (عن ابی قتادہ بخاری ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری رُو میں قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے (نہیں تم پر لوٹا دیتا ہے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تازہ قبر دیکھی۔ فرمایا یہ کب بنی ہے جواب ملا آج رات۔ فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی، کہنے لگے رات کی تاریکی میں ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا تھا تب آپؐ نے قبر پر باجماعت نماز جنازہ پڑھائی (عن ابن عباس بخاری ص ۱۶۱۔ مسلم ص ۳۱۳) کوئی کتنا بڑا بزرگ ہو اسے سلا کر دیکھ لیجئے۔ مجال ہے جو اسے اس پاس کی خبر ہو جائے۔ مر لیں جا ہے کوئی انہی کا پہنچا ہوا ولی کیوں نہ ہو اسے کلور فارم سونگھا کر بعد میں پوچھ لیجئے حضرت جی آپ کو آپریشن کی خبر ہوئی جب ان کو خبر نہیں ہوتی تو مرنے والے بزرگ کو کیا خبر ہو گی جسے قبر میں رکھ کر کہا جاتا ہے۔

لَمَّا كُنْتُمْ مَعَ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحِبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجِعِهِ ذَلِكَ (عن ابی ہریرۃ (ترمذی کتاب الجنائز)

دسو جا اس دُلمن کی طرح جسے صرف اس کا محبوب ہی جگاتا ہے قیامت تک کے لیے یعنی دُنیا کی طرف سے اسے مکمل سلا دیا جاتا ہے۔

عالم بیداری میں

ایک ٹیڑھی اور نیچے اترے۔ انسان زندہ ہو جاگ رہا ہو تو بھی اسے پس پردہ کی خبر نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی ایک انصاری عورت کے ساتھ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں اور حضرت بلالؓ سے کہا حضورؐ سے پوچھیے خداوند اور زیر کفالت یتیموں پر زکوٰۃ لگ سکتی ہے یا نہیں۔ یہ نہ بتانا ہم کون ہیں۔ حضرت بلالؓ نے ایسا ہی کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا وہ کون ہیں۔ کہا ایک تو زینب ہیں۔ فرمایا کونسی زینب؟ عرض کیا ابن مسعودؓ کی بیوی۔ فرمایا انھیں بتاؤ اس کا دوسرا اجر ہے۔ زکوٰۃ کا بھی اور قرابت کا بھی (بخاری ص ۱۹۸) اس سے معلوم ہوا صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا کہ حضورؐ کو حجرے کی باہر کی خبر نہیں ہوتی۔ جس کی تصدیق اس بات سے ہو گئی کہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (محررات) ”اے ایمان والو اپنی آوازیں حضورؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے۔ اذا حدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدث نہ کا فی السرار لم یسمع حتیٰ یتشفہم (بخاری ص ۱۸۸) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی آہستہ سرگوشی کرتے کہ حضورؐ کو سنائی نہ دیتا۔ یہاں تک آپؐ کو ان سے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہا ہے۔ اب آپؐ خود ہی سوچ لیں جو فوت ہو کر منوں مٹی یا سٹوں مٹی سے تلے سما چکے ہوں انہوں نے کسی کی کیا گفتنی ہے۔

مسلم امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ  
سنت امام ابو حنیفہؒ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا ایک آدمی قبرستان آکر سلام و کلام کرتا ہے اور کہتا ہے اے قبروں والو تمہیں علم بھی ہے میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس آ رہا ہوں اور تمہیں آواز دیتا ہوں میں تم سے صرف دعا کا طالب ہوں تمہیں پتہ بھی ہے یا مطلق بے خبری کا عالم ہے۔ امام صاحبؒ اس کی بات سن کر فرمانے لگے کچھ جواب ملا۔ بولا نہیں تو فرمایا:

سحقاً لك تربت يدك كيف تكلم اجساد الاستطيعون جواباً ولا يملكون شيئاً ولا يسمعون عزتنا وقرأ ما انت لسمع من في القبور و غرائب في تحقيق المذاهب

تجھ پر پھٹکار پڑے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو کیسے باتیں کرتا ہے ان جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے۔ جو کسی شے کے مالک نہیں جو کوئی آواز نہیں سن سکتے۔ اور یہ آیت پڑھی یعنی کہ آپ اہل قبور کو نہیں سنا سکتے۔

اس حوالے کا ذکر شاہ محمد اسحق دہلویؒ کے شاگرد مولانا محمد بشیر الدین تنوچی نے بھی اپنی کتاب تفہیم المسائل میں کیا ہے۔

مشہور مقلد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے تسلیم کیا ہے کہ امام صاحب کا مذہب عدم سماع ہے (الکواکب الدری اور لطائف رشیدیہ) مقتولین بدر سے خطاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کی لاشوں کو ڈانٹ پلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لادواح لہا۔ حضورؐ آپ مردوں سے باتیں کرتے ہیں؟ تو فرمایا:۔۔۔ والذی نفس محمدؐ بیدہ ما انتہر یا سمع لما اقول منہم عن ابی طلحہ (بخاری ص ۵۶۶)

بخدا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔

لوگ اس سے سماع موتیٰ پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال صحیح نہیں۔ عائشہ صدیقہؓ نے اس کی یہ توجیہ فرمائی ہے:۔۔۔

انہم الان ليعلمون ان الذی کنت اقول لہم هو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی۔ یعنی وہ اب خوب جانتے ہیں کہ میں انہیں سچ کہا کرتا تھا پھر یہ آیت پڑھی کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے (بخاری ص ۵۶۷)



یابہ ایک رقی مجزہ تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہم الان یسمعون ما اقول لہم (بخاری ص ۵۶۷)  
 ”وہ اب میری بات سُن رہے ہیں۔“

چنانچہ حضرت قتادہؓ نے یہی خیال ظاہر فرمایا ہے احیاہم اللہ حتی  
 اسمعہم قولہ تو بیجا و تصغیر و لقمۃ و حبرۃ و ند ما (بخاری ص ۵۶۷)  
 اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا تاکہ انہیں حضورؐ کی بات سُنائے، ڈانٹ، بذلت،  
 عقوبت، حسرت اور ندامت کے لیے۔

روح المعانی میں ہے :- البیت لیس من شانہ السماع ولا  
 یتحقق منہ السماع الا معجزۃ کسماع اهل القلب۔

بیت سے سماع ممکن نہیں۔ سوائے معجزہ کے جیسے بدر میں ہوا۔ ظاہر ہے  
 معجزوں کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جانوروں  
 درختوں اور پتھروں تک کو سنانا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو برزخی حالات  
 سے مطلع فرماتا رہتا تھا۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا :-

واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتکم قلیلا و لبکیتم کثیرا عن  
 ابی ہریرۃ (بخاری ص ۹۶)

”خدا کی قسم اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسنے پھڑپھڑا اور روتے زیادہ۔“  
 آپؐ نے ایک غیبی آواز سنی تو فرمایا : یہوہ تعذب فی قبر رہا۔  
 (بخاری ص ۱۸۴)

”یہودیوں کو اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت قتادہؓ کا مذہب نقل کرنے سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ امام بخاریؒ کو بھی انہی میں سے کوئی تو بہیہ پسند ہے۔

اگر مردے سُنتے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو جو جواب  
 دیا اس کی بجائے آپؐ کو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ تمہیں کس نے بتلایا ہے کہ

مُردے نہیں مُسنّتے۔۔۔۔۔۔ وہ تو مُسنّتے ہیں اور سب مُسنّتے ہیں اور ہمیشہ مُسنّتے ہیں اس میں کسی کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ بہت اہم تھا۔  
ارشاد نبوی ہے :-

## قرع نعال

اعبد اذا وضع فی قبرہ ولو لی و ذہب اصحابہ حتی انہ یسع قرع نعالہم اتاہا ملکات فاقعداہ رعن النس بخاری ص ۱۸۱  
لوگ میت کو قبر میں دفن کر لوٹتے ہیں تو اسے ان کے جوتوں کی آہٹ مٹائی دیتی ہے۔ اتنے میں دو فرشتے آکر اسے بٹھا دیتے ہیں۔  
بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد سرعت اتیان ملائکہ ہے۔ یعنی فرشتے اتنی جلدی آپہنچتے ہیں کہ ابھی لوگ زیادہ دُور نہیں گئے ہونے۔  
اگر یہاں حقیقی معنی لیے جائیں تو اسے اس وقت کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہیے کیونکہ قرآن پاک سے نصاً ثابت ہے کہ مُردے نہیں مُسنّتے۔

میت کے لیے قدموں کی دایسی کی آواز سنانے اندر یہ عبرت ناک حکمت لیے ہوئے ہے کہ ہائے اس بے چارے کو یکہ دہن چھوڑ کر سب چلے گئے۔  
اتنا خیال رہنا چاہیے کہ اس سماع کا مُردہ کے دفن شدہ جسم سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اکثر اہل دیوبند کا خیال ہے۔ ورنہ پھر اس کو بٹھانے قبر کو کشادہ کرنے یا یلیوں کے آداب ہونے ننانویں سانچوں کے ڈرنے اور عذابِ ثواب کے دیگر احوال کو بھی جسمانی حقیقت پر محمول کرنا پڑے گا۔ مگر اس کا قائل ہونا مشکل ہے۔ روزمرہ کا تجربہ اس کی تعلیم کتنا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔

یزید یسع قرع نعالہم سے حنفیہ کا سماع موتی پر استدلال کرنا اس لیے بھی صحیح نہیں کہ خود بقول ان کے خبر واحد سے زیادتی علی کتاب اللہ جائز نہیں۔

علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:-

نقص على القول بسماع مادرو السمع بساعة من السلام ونحوه  
رُوح المعاني ص ۵۸

میت کے سلام وغیرہ سننے کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے ایس ایس اسی پر  
محدود رکھنا چاہیے۔

اما الشيخ ابن الهمام رحمه الله تعالى فجعل الاصل هو النقي وكل  
موضع ثبت فيه السماع جعله متشكي (فيض الباري ص ۴۶ ج ۲)  
یعنی ابن ہمام بھی عدم سماع کے قائل ہیں جہاں کہیں میت کے لیے سلام  
ثابت ہوا ہے وہ اسے متشکی خیال کرتے ہیں۔

### شفاعت تک

مگر دیوبند کے مقلد مولانا سرفراز صاحب قرع نعال والی حدیث کے بارے  
میں رقمطراز ہیں:-

جب یہ سنتا ہے تو انسانوں کی آواز نہ بطریق اولیٰ سنتا ہے (سماع موتی ص ۸۸)  
بلکہ اس حدیث کی آڑ ملے کر یہ لوگ مُردوں سے طلب شفاعت کے بھی قائل ہو  
گئے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اپنے آپ کو ہولا و شفعا دنا عند اللہ کی زد سے  
بچانے کے لیے لکھتے ہیں۔ غائبانہ طور پر کسی کو سفارش بنانا یا بعد وفات قبر کے  
پاس سے کسی سے دعا کی درخواست کرنا اور علی الخصوص حضرات انبیائے کرام  
علیہم الصلوٰۃ والسلام سے طلب شفاعت کرنا اس مد میں نہیں آتا (سماع  
موتی ص ۱۱۴) علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفی کا ایک حوالہ المنحة الوهبية  
ص ۱۲ طبع استنبول سے نقل کرتے ہیں۔

وقد اطبق الائمة الحنفية على سنية زيارة النبي صلى الله عليه وسلم  
وزيارة صاحبيه رضي الله تعالى عنهما والسلام عليهما وطلب  
الشفاعة منهما (ص ۱۲۵)

نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی زیارت کرتے انہیں سلام کہتے اور ان سے شفاعت طلب کرنے پر تمام آئمہ حنفیہ کا اتفاق ہے۔

نیز لکھتے ہیں:-

لا تشد الرحال والی حدیث میں مستثنیٰ عندہ عام نہیں بلکہ صرف مسجد ہے ص ۱۴۔

غور فرمائیے قرع فعال سے چلے اور شفاعت تک پہنچ گئے۔ اپنے آپ کو بریلویوں سے الگ رکھنے کے لیے یوں ارشاد فرمایا:-

ہمارے اکابر علمائے دیوبند سماع موتی میں رُوح کے ساتھ جسدِ عنقری کی شراکت کے بھی قائل ہیں۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب صرف رُوح کے سماع کے قائل ہیں ص ۴۶۔

نیز فرمایا جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ مُردے دُور دراز سے مُسنّتے ہیں وہ صرف اس کے قائل ہیں کہ قبر کے پاس اگر سلام و کلام کیا جائے تو وہ مُسنّتے ہیں ص ۵۱۔

یعنی اصولاً اکابر دیوبند بہ نسبت بریلویوں کے مُردوں کی حیات کے زیادہ شد و مد کے ساتھ قائل ہیں۔ البتہ مُردوں سے دُعا کروانے اور سفارشی بنانے میں دُور و نزدیک کا فرق کرتے ہیں۔

اس بندہ عاجز کے نزدیک سماع موتی کا عقیدہ رکھنا شرک تو نہیں البتہ سراسر غلط ضرور ہے۔ بلکہ عموماً مفضی الی الشرک بھی ہے۔ اس چیز کا احساس خود قائلین سیات یعنی اکابر دیوبند کو بھی ہے۔ مولانا سر فرار صاحب صفدر بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں امکانِ استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس غلّ سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں البتہ قوتِ مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے۔

اس لیے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور تعلیم کیا جائے اور مولانا انشرف علی تھانوی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں۔ اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے (سماع موتی ص ۹۵)

یاد رہے فوتِ مضامین شریکہ کا گمان صرف بریلویوں کے بارے میں نہیں خود اہل دیوبند کے بارے میں بھی ہے۔ ان کا مُردوں سے دُعا کر دانا اور انہیں سفارشی بنانا کیا شرک کے ذمرہ میں نہیں آتا۔ کیا ہولاءِ شفعا ونا عند اللہ اور سالعبد ہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی کہنے والوں کا قصور کچھ اس کے علاوہ تھا۔

یہ دُورِ دزدیک والی بات بھی بالکل مہمل ہے۔ بقولِ احتاتِ ہی مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب مرنے کے بعد اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ لوگوں سے بیداری کی حالت میں ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔ (اردو ارج ثلاثہ ص ۲۴۲) شہدائے بالا کوٹ میں سے دیوبند کا ایک مجاہد سید اسماعیل شہید سید احمد شہید اور دیگر شہداء کے ساتھ دیوبند میں اپنے والد سے ملاقات کے لیے آیا یہ بیداری کا واقعہ تھا (ملفوظات مولانا انشرف علی تھانوی ج ۱ ص ۷۴) وغیرہ وغیرہ۔

دیوبندی حضرات اگر رُوح کے ساتھ جسدِ عنصری کی مشارکت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ادراک و شعور اور فہم و سماع میں زندہ اور مُردے برابر ہیں تو پھر میرا خیال ہے ٹیلیفون کی سہولت کے ساتھ ساتھ اس جدید مائشی دُور میں مردوں کی بستی میں ٹوی اسٹیشن بھی قائم کر دینا چاہیے تاکہ ہمارا ان کے مسلسل رابطہ رہے اور ان کی نقل و حرکت بھی معلوم ہوتی رہے۔ کیونکہ اب تو مُردے ہی اس قوم کی مشکلیں آسان کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تو انہیں ضرورت نہیں رہ گئی (استغفر اللہ)

## ضعیف روایتیں

برداشت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے -  
 من صلی علی عند قبری سمعہ ومن صلی علی نائیا البغۃ (بیہقی) جو میری  
 قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھے گا میں اسے سن لوں گا اور جو دُور سے  
 پڑھے گا - وہ مجھ پر پہنچا دیا جائے گا - اس کی سند میں علاء بن عمر و کذاب ہے  
 (میزان ص ۲۱۳)

مولانا عبید اللہ مبارکپوری لکھتے ہیں یہ حدیث اس قدر ضعیف ہے کہ اس کا اور  
 ساقط ہے کہ اگر کسی کوئی موضوع کہہ دے تو مبالغہ نہ ہوگا (مرعۃ المفاتیح  
 ج ۲ ص ۵۲) اسی مضمون کی ایک دوسری روایت جو ابن عمرؓ سے مروی ہے -  
 اس کی سند میں ابو البختری کو ائمہ حدیث نے کذاب کہا ہے -

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے - ما من احد یسلم علی الارواح الا رد اللہ  
 علی روحی حتی ارد علیہ السلام (جو کبھی مجھے سلام کہے گا اللہ تعالیٰ میری  
 روح لوٹائے گا - یہاں تک کہ میں اسے سلام کا جواب دوں گا -  
 (البدایہ و کتاب المناسک - باب زیارة القبور)

اس میں ایک راوی حمید بن زیاد ضعیف ہے - حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں  
 صدوق یسلم (تقریب) تاہم یہ حدیث ان کے مطلب کی نہیں - کیونکہ  
 اس سے معلوم ہوتا ہے آپؐ کی روح آتی جاتی ہے حالانکہ ان کا عقیدہ متقل  
 حیات کا ہے، بالقرن اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس سے ایک قسم کی برزخی توجہ  
 مراد ہو سکتی ہے - اور سلام کا تبادلہ ضروری نہیں کہ براہ راست ہو - بالواسطہ  
 بھی ہو سکتا ہے - فرمایا ان اللہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی  
 من امتی السلام (عن ابن مسعود - سنائی - باب القیام علی النبیؐ)  
 زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں  
 گئے -

ایک روایت میں آپ سے یہ فرمان منسوب ہے ہا من رجل یمر بقبر الرجل کان یرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا دلالة علیہ روحہ حتی یورد علیہ السلام (عن ابن عباس - ابن عبد البر) انسان کسی شناسا کی قبر پر سلام کے نوجواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے۔

اس میں بھی حمید بن زیاد ضعیف ہے (خلاصۃ التہذیب) حافظ ابن ربیع نے اس روایت کو ضعیف اور منکر بتلایا ہے (روح المعانی ص ۵۵ ج ۲) نیز ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میت بھی سلام لوٹاتی ہے جب ان کی آواز ہمیں نہیں آتی جو کہ زندہ ہیں تو ہماری آواز انہیں کیسے سنائی دے گی۔ جو کہ مردہ ہیں۔

اس مضمون کی ایک روایت عائشہ صدیقہ سے بھی مروی ہے (کتاب الروح) مگر اس میں ایک راوی ابن سہمان کذاب ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۵۵) التہذیب ص ۳۸) نیز اس میں یحییٰ بن یمان بھی غیر قوی ہے (میزان) ایک یہ حدیث بڑی مشہور ہے۔

ان الله حرم على الارض ان تاكل اعياد الانبياء و اناس بن ادس -

کتاب الجمہ - نسائی - ابوداؤد - ابن ماجہ وغیرہ) "اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے۔"

انبیائے کرام کے اجساد اگر محفوظ رہتے ہوں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر کوئی اس حدیث سے سماع موتی پر استدلال کرے تو اس کی ہم اجازت نہیں دیں گے۔ میت بہر صورت میت ہے چاہے وہ کسی پیغمبر کی ہو یا غیر پیغمبر کی۔ محفوظ ہو یا غیر محفوظ۔ حاکم نے گو اس حدیث کی تصحیح کی ہے مگر صحیح ہے کہ ان کی یہ تصحیح صحیح نہیں۔ یہ روایت تین سندوں سے مروی ہے جو سب کی سب مجرد ہیں۔ ان میں ضعف و القطار پایا جاتا ہے (شفاء السقام ص ۷۷) القول البدیع ص ۱۱۹) ایک یہ روایت ہے الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون

رضائے کبریٰ بیعتی، ”کہ انبیاءِ زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں“  
اس کی سند میں حسین بن قتیبہ خزاعی کو ذہبی نے ہالک اور قطنی نے متروک  
ابو حاتم نے ضعیف اور زاعمی نے داسی اور عقبی نے کثیر الوہم کہا ہے۔  
رمیزان الاعتدال ج (۲ ص ۲۷۱)

### میت کو سلام

بعض لوگ السلام علیک ایہا النبی یا السلام علیکم یا اهل القبور  
سے بھی دعو کہہ جاتے ہیں کہتے ہیں اگر وہ سُنتے نہیں تو خطاب کافائدہ ؟  
حالانکہ ہر خطاب سماع کے لیے نہیں ہوتا۔ صحابہ کرامؓ بھی السلام علیک  
ایہا النبی کہتے تھے مگر ان کا عقیدہ آپ کے متعلق غائبانہ سماع کا نہیں تھا۔  
جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان ہوا ہے۔ ایسی بات ہوتی تو حضرت عبداللہ بن  
مسعودؓ السلام علی النبی نہ کہنا شروع کر دیتے (بخاری ص ۹۲)  
پھر قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے اسرائیلیوں کے متعلق  
کہا گیا ہے۔

واذ فرقنا بکم البحر فانه بکم، ثم اتخذتم العجل، ثم عنونا عنکم  
واذ قلتم یوسی، ثم اتخذ العجل، ثم عنونا عنکم، واذا قلتم  
یوسی، ثم بعثنکم من بعد موتکم، وظلنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم  
المن والسلوی وغیرہ۔ بتائیے ان کے اصل مخاطب کون اور کہاں ہیں۔  
حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُنکلی مبارک کو مخاطب کرتے  
ہوئے فرمایا۔

هل انت الا اصبع دمیت وفي سبیل اللہ ما لقیتم (بخاری ص ۲۹۳)  
”تو فقط ایک اُنکلی ہے جو خون آلود ہوئی اور تو اللہ کی راہ میں زخمی  
ہوئی“، کیا اس سے اُنکلی کو سنانا مقصود ہے ؟  
حضرت عمرؓ نے حجرِ اسود سے مخاطب ہو کر کہا لولا انی رايت رسول اللہ علیہ



وسلم قبلك ما قبلتك (بخاری ص ۲۱۵)

(اگر میں نے نبی علیہ السلام کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔  
ترندی شریف میں حدیث ہے کوئی بیوی اپنے خاوند کو تلے تو جنت کی حور کنتی  
ہے اسے دکھ نہ دے اللہ تجھے ہلاک کرے۔ یہ تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب  
تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آ جائے گا۔

اس خطاب کو بھی سماع سے کوئی سرکار نہیں۔ ورنہ ادھر دنیا میں آواز آتی،  
ادب اور شعراء کے کلام میں اس قسم کے خطاب کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔  
عائشہ صدیقہؓ باوجودیکہ سماع موتی کے قائل نہ تھیں اپنے بھائی عبدالرحمن  
کی قبر پر آکر کہتی ہیں۔

واللہ لو حضرتک ما دفنت الاحیث مت ولو شهدتک مازتک  
(ترمذی۔ کتاب الجنائز)

ر خدا کی قسم اگر میں حاضر ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ  
کی موت واقع ہوئی تھی پھر مجھے آپ کی زیارت کے لیے بھی نہ آنا  
پڑتا،

امام طحاویؒ فرماتے ہیں :-

ان البیت لا یخاطب بالسلام لانہ لیس اہلا للخطاب والسلام  
علیکم یا اهل القبور میں دراصل میت کو خطاب نہیں ہوتا کیونکہ میت تو  
خطاب کی اہل ہی نہیں۔  
فرماتے ہیں :-

المقصود من الدعاء لا الخطاب (شرح مراقی الفلاح ص ۳۲)  
(اس سے مقصود دعا ہوتی ہے نہ کہ خطاب)

اگر خطاب کے لیے سماع ضروری ہے تو تشہد کے موقع پر السلام علیک  
ایہا النبیؐ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محذور نزدیک سے سننا چاہیے۔ حالانکہ

جیاتی متقدمین کا یہ گروہ دوسرے سماع موتی کا قائل نہیں۔  
**”تلقین میت“**

لغتاً موتا حکم والی حدیث سے بھی سماع کا مغالطہ کھایا گیا ہے۔ مولانا  
 سر فیراز صاحب فرماتے ہیں۔

یہ تلقین اسی وجہ سے ہے کہ میت قبر میں سکنی ہے ورنہ یہ کاروائی بے کار  
 ہے (سماع موتی ص ۲۳)

کتاب الروح کے مطابق حافظ ابن قیمؒ بھی اس مغالطہ میں شریک ہیں۔  
 یہ لوگ حافظ ابن قیمؒ کی اور کوئی بات مانیں یا نہ مانیں مگر ان کی یہ باتیں ان کے  
 دل کو بہت بھاتی ہیں۔ حالانکہ ہدایہ باب الجنازہ میں تصریح موجود ہے۔  
 المراد الذی قارب من الموت یہاں سے مراد ہے نہیں بلکہ  
 قریب المرگ مراد ہیں)

حاشیہ میں اس کے بارے میں لکھا ہے :-

دفع توهم من يتوهم ان المراد به قراءة التلقين على القبر  
 اس سے یہ وہم دور کرنا مقصود ہے کہ شاید قبر پر تلقین پڑھنی چاہیے۔ خود  
 حافظ ابن قیمؒ نے بھی زاد المعاد ص ۱۷۹ میں اعتراف کیا ہے :-

ولم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يجلس ليقراء عند القبر  
 ولا يلقي الميت كما يفعله الناس اليوم۔

نبی علیہ السلام قبر کے پاس بیٹھ کر تلاوت نہیں فرماتے تھے نہ میت کو  
 تلقین کرتے تھے جیسا کہ آج کل رواج ہو گیا ہے۔

بلکہ تلقین شہادت والی روایت کے متعلق لکھا ہے :-

لا يصح دفعه (اس کا مرفوع ہونا ہی صحیح نہیں)

**قبر پر بیٹھنا**

عمر بن حزمؒ فرماتے ہیں :- رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئاً

علیؑ میرے سال لاؤ تو صاحبِ ہذا القبرِ راحمہ - بحوالہ تحفۃ الاحوذی  
ج ۲ ص ۱۵۵ -

مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھ کر  
فرمایا - اس قبر والے کو تکلیف نہ پہنچاؤ  
اس سے بھی احساسِ میت پر دلیل پکڑی گئی ہے -  
منوں مٹی کے نیچے میت کے خشک ڈھانچے کو کیا تکلیف پہنچتی ہے - دراصل  
یہاں توہین مراد ہے -

”ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں :-

ليس المراد منه الايذاء حقيقة ولا القعود والالتكاء حقيقة  
بل المراد من النهي عن القعود هو النهي لا جل الحدث وعدم  
القاربي ص ۱۵۵ ج ۸

اس حدیث میں تکلیف یا بیٹھنا وغیرہ حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ ٹھٹھی پشیاں  
سے منع کرنا مراد ہے -  
معانی الآثار للطحاوی میں ہے :-

وبه قال مالك والبخاري والبيهقي والجمهور اذا حدث على القبر  
هتلك حرمة البيت والميت محترم كالحی واما مطلق الجلوس على القبر  
فليس بهتكم عنه كما قال نافع كان ابن عمر يجلس على القبر -  
امام مالک، امام البخاری، امام البیہقی اور جمہور کا یہی خیال ہے کیونکہ قبروں پر قضاائے  
عاجت کرنا میت کی توہین ہے اور میت زندہ کی مانند واجب الاحترام ہے  
مطلق بیٹھنا نہیں جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہے کہ وہ قبر پر بیٹھ جایا  
کرتے تھے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں : من جلس على قبر يبول عليه او  
ينفوط الخ رطحاوی یعنی حضورؐ نے دراصل ٹھٹھی پشیاں کے لیے بیٹھنے سے

منع فرمایا۔ یعنی حنفیہ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے۔  
 البتہ ٹیٹھی پینیا ب کرنے کے لیے بیٹھنا منع ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں بھی لکھا  
 ہے بعض (حنفی) علماء نے قبروں کے عین اوپر چلنے کو ہارم رکھا ہے۔  
 رج ۵ ص ۳۵ کتاب ذکر اہل بیت (صحیح بات یہ ہے کہ مطلقاً بیٹھنا منع ہے جیسا کہ  
 حدیث شریفہ سے واضح ہے اور بہت سے علماء کا مذہب یہ ہے۔  
 ایک یہ حدیث بیان کی جاتی ہے۔

### میت کی بے حرمتی

کسر عظم المسلم میتا لکسره حیا (عن عائشہ مؤطا ص ۸۳) سلمان  
 میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے)  
 اہل علم کے نزدیک اس میں بھی میت کے احساس کو کوئی دخل نہیں اور  
 توہین کا معاملہ ہے جو گناہ کی بات ہے۔ ورنہ پھر قصاص بھی جاری ہونا چاہیے  
 جس کا کوئی قائل نہیں۔

شہادت سے قبل حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ماں حضرت اسماء  
 بنت ابی بکر صدیقؓ سے کہا مجھے ڈر ہے قتل کے بعد لوگ میرا منہ کریں گے  
 صلیب پر لٹکا دیں گے تو فرمایا بیٹا جب بکری ذبح کر ڈالی جائے تو  
 پھر اس بات کی کیا پروا کہ اس کی کھال کھینچ لی جاتی ہے۔

### اسنی فیصد موت

جن بھائیوں کو سماع موتی پر اصرار ہے میں ان سے ایک سوال پوچھتا ہوں  
 بتائیے کیا انسان کا ایک ہی حاسہ ہوتا ہے یعنی سُننا باقی سب اس پر آپ کیوں نہیں  
 اعتقاد رکھتے کیا وجہ ہے کہ اہل قبور نے کبھی آپ کی مسود کی دان اور چاول نہیں  
 کھائے۔ کبھی آپ سے گھوٹی ہوئی بھنگ کا پیالہ نہیں پکڑا۔ کبھی آپ کے  
 گٹے کے پیٹول نہیں سونگھے۔ کبھی آپ کو آنکھیں نہیں دکھلائیں۔ کیا وہ صرف  
 سماع کی حد تک یعنی بیس فی صد زندہ ہیں۔ باقی اسنی فیصد ان کو کیا ہوا۔

## اکل موتی اور نطق موتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین کی اس دُکھنی رگ کو خوب سمجھتے تھے انہوں نے  
 بتوں سے یہ نہیں کہا تھا تم مُسنے کیوں نہیں ہو بلکہ فرمایا:-

الَا تَاکُلُونَ مَالَكُمْ لَا تَنْطَقُونَ -

تم کھاتے کیوں نہیں ہو تم بولتے کیوں نہیں ہو

مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری آواز اُن کے کانوں میں پڑتی ہے۔ تو لازماً اُن  
 کی آواز ہمارے کانوں میں پڑنی چاہیے۔ سماع موتی کو ثابت کرنے کے لیے  
 صفحات سپہ نوابے کا رہے۔ اکل موتی اور نطق موتی کے لیے تو  
 کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ اگر مُسنے ہیں تو انہیں جمعہ ایس اور ختم بھی کھانے  
 چاہئیں۔ نواہیاں بھی کرنی چاہئیں ذکر بھی کرنا چاہیے۔ بیعتیں بھی کرنی چاہئیں  
 اور بھی سب کچھ کرنا چاہیے۔ صرف مُسنّا ہی مُسنّا اور مُسنّا نا کچھ بھی نہ یہ یک طرفہ  
 ٹرڈیک ہے۔ دیوبندی موجدین کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔

مشہد شاہد من اہلہا

صحیح پوچھیے تو سماع موتی کا مسئلہ سرے سے مسئلہ ہی کون ہیں بیرویلوایت  
 کے بانی جناب احمد رضا خاں صاحب ایک عرصہ کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:-  
 ”عائدۃ مدیقہ ظہور فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں وہ مُردوں کے مُسنے کا  
 نکار فرماتی ہیں۔ مُردے کون ہیں؟ جسم، اُروح مُردہ نہیں اور  
 بے شک جسم نہیں مُسنّا اُروح مُسنّتی ہے۔“

دلفوظات جلد سوم ص ۲۸۱

مشہد شاہد من اہلہا کے مصداق ان الفاظ کی روشنی میں یہ  
 مسئلہ حل ہو گیا کہ مُردے نہیں مُسنّے میت نواہ کسی کی ہو اس سے سماع کی مطلق  
 نفی ہو گئی۔ اب اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ الطہر کا میت ہونا ثابت ہو جائے  
 تو پھر کسی مُردے ولی یا شہید کے اجساد کو میت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی

حضرت در بلیق اکبرؑ نے فرمایا:

من کان یبدل عہد امان محمد اقل مات. (بخاری ج ۱۶)  
(جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرنا تھا تو یاد رکھیے وہ موت کی آغوش  
میں چلے گئے)

قرآن پاک میں ہے اَمَلْتُ حَبِیَّتَہٗ وَاَسْهَمْتُہٗ فِیْئَتِیْ (زمرہ ۳۰)  
اچھ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

**سماحِ رُوح**

جہاں تک رُوح کے مُننے کا تعلق ہے سو بات یہ ہے جب تک یہ ہم میں  
موجود رہی ہم اسے نہ سمجھ سکے۔

قل الروح من امر ربی وما اوتینکم من الا حُرّاً تَبِیْرَہٗ  
(بنی اسرائیل : ۸۵)

راؤ رکھ دیجئے رُوح میرے رب کے امر سے ہے اور تم ہمہ طور  
علم دیے گئے ہو)

جسم سے نکل جانے کے بعد ہم اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہیں۔  
بل اَحْیَاہٗ وَلَا کُنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے)  
میرے بھائی جب جسم اور رُوح ایک تھے اس وقت انسان کا یہ عالم تھا اگر  
بے ہوش ہے تو بے خبر سو رہا ہے تو بے خبر جاگ رہا ہے تو بھی چار ارج پر دے کے  
پچھے سے بے خبر۔ جب رُوح جسم کو چھوڑ کر چل دی تو وہ راڈ اریکے بن گئی۔ رُوح اُڑا  
ہوتی ہے۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ وہ جسم کے پیچ میں نہیں ہوتی۔ اگر وہ نیک ہے تو  
اسے یوں بلا داتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی  
فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر)

(اے مطمئن رُوح سچل اپنے رب کے پاس راضی خوشی شاں ہو رہا)

میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں)

اگر بڑا ہے تو کہا جاتا ہے :-

انرجوا النسک الم یوم تجزون عذاب العون (الانعام: ۹۳)

(نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا -)

## حیات النبیؐ

مگر احمد رضا خاں صاحب انبیائے کرام کے بارے میں فرماتے ہیں :-

لا موت لهم الا انیاً لقد یقا للوعد ثم هم احیاء ابد

محیاة حقیقۃ دنیاویۃ روحانیۃ و جسمانیۃ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۶۷)

(انبیاء کی موت صرف ایک لمحہ کے لیے بطور تصدیق وعدہ ہوتی ہے

پھر وہ حقیقی دنیاوی اور روحانی اور جسمانی حیات کے ساتھ زندہ جاوید

ہو جاتے ہیں -)

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں :

آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے

بلکہ جسمانی میں اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت دیر سے اس سے

قومی تر (مکاتیب ص ۱۳ ج ۱)

مولانا محمد قاسم ناتو قومی صاحب فرماتے ہیں :-

موت بمعنی انفکاک الروح عن الجسد آپ پر طاری نہیں

ہوئی (بحوالہ القول الجلی فی حیات الانبیاء مسند فقہی شمس الدین حبان)

خیال فرمائیے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے تم شہداء کی زندگی کو نہیں سمجھتے ہو مگر یہ سب

احناف انبیائے کرام کی زندگی کو سمجھنے کا دعویٰ کیے ہوئے ہیں -

موت بانہ گزارش ہے - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قدا ابی دمی کا جسد عنقریب

تین روز تک پڑا رہا - اس وقت تو اس میں روح حیات کسی کو محسوس نہ ہوئی - نہ صدیق اکبرؓ

کو نہ عمرہ کو نہ عثمان غنی کو نہ علی المرتضیٰ کو نہ قوی تر نہ ضعیف تر۔ بعد میں قبر مبارک میں جھانک کر ہمارے یہ جلیل القدر علماء اگر دیکھ آئے ہوں تو بندہ کد نہیں سکتا۔

دیوبندی مقلد مولانا سرفراز احمد صاحب لکھتے ہیں:-

”قبل از دفن کی حالت پر بعد از دفن کی حالت کو قیاس کر کے مطلق سماع موتی کی نفی کرنا دلائل اور براہین کے لحاظ سے ہرگز درست اور صحیح نہیں“ (سماع موتی ص ۳۵۷)

عرض ہے کہ اگر مردہ دفن ہونے کے بعد ہی زندہ ہوتا ہے تو پھر بُری میت کے لیے عذابِ قبر سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے دفن ہی نہ کیا جائے۔ نیز یاد رہے جاں نیک نبی علیہ السلام کا تعلق ہے نافر تو ہی صاحبِ گے کے نزدیک آپ کی رُوح آپ کے جسد سے الگ ہوئی نہیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک بھی صرف ایک آن کے لیے الگ ہوئی۔ اس لیے یہاں بعد از دفن اور قبل از دفن کا سوال ہی نہیں۔

### عالم ارواح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:-

ان نسمة المؤمن طائر تعلق فی شجر الجنة حتی یرجعه اللہ الی جسدہ کا یوم یبعثہ (عن کعب بن مالکؓ۔ مؤطا امام مالک ص ۸۷۷۔ سنائی وغیرہ)

(مومن کی رُوح جنت کے درختوں میں پرندہ بن کر رہتی ہے۔ روز قیامت اسے اللہ تعالیٰ اپنے جسم میں لوٹائے گا)

شبیدوں کے متعلق فرمایا ان کی رُوحیں سبز رنگ کے پرندوں میں رہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کچھ جانیے انہوں نے جواب دیا کچھ نہیں جانیے کیونکہ ہم بہت مڑے میں ہیں۔ بہ اصرار پوچھا تو ان ارواح نے کہا۔

یا رب نرید ان تورادوا حنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک



مَرَّةً أُخْرَى (مسلم ج ۲ ص ۱۳۶)

رُخوایا ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری رُوحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹانے  
تاکہ ہم ایک بار پھر تیری راہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید  
ہوں۔

مگر ایسا نہیں ہوگا۔ جب تمام مومنین اور شہداء کی رُوحیں درجہ بدرجہ جنت کے  
مرزے اُڑا رہی ہیں اور ناقیامت جسموں میں واپس نہیں آئیں تو نہ جانے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطر علیہ الف الف تختہ و سلام کو قبر مبارک میں مقید  
رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کئی مفسرین کے نزدیک مومنوں کی ارواح مقامِ علین  
میں ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جہاں ساتویں آسمان پر ہے۔ لفظِ علین بھی اسی کا  
تلفظ کرتا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کیا اتنی دُور تک آپ کی آواز  
پہنچ جائے گی۔

قبر کیا ہے ؟

جہاں تک قبریں فرشتوں کے آنے رُوح کو لوٹانے میت کو بٹھانے سوال  
جواب کرنے قبر کو کثادہ یا تنگ کرنے یا عذاب و ثواب کا تعلق ہے تو گزارش  
ہے کہ یہاں قبر سے مراد یہ مٹی کی قبر نہیں یہ کوئی اور جہاں ہے جسے آپ عالم  
ارواح یا عالم مثال یا عالم برزخ کہہ سکتے ہیں۔ کئی قومیں دفناتی ہی نہیں۔  
بند و سکہ اپنے مُردوں کو نذرِ آتش کر دیتے ہیں۔ کئی ایک کو جانور کھا جاتے  
ہیں۔ کچھ مچھلیوں کی خوراک بن جاتے ہیں۔

مصر کے عجائب گھر میں فراعنہ کی لاشیں شوکیوں میں بند پڑی ہیں۔ کیا  
خیال ہے یہ سب لوگ عذاب و ثواب سے مستثنیٰ رہ جاتے ہیں۔ حاشا و کلا۔  
بلکہ جو باقاعدہ قبروں میں مدفون ہوتے ہیں وہ بھی کب سلامت رہتے ہیں  
تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی لاشیں پھٹ کر گل سڑ جاتی ہیں اور مٹی انہیں  
کھاپی جاتی ہے۔ ایک قبر کی جگہ کئی قبریں بنتی رہتی ہیں۔ اگر ثواب و عذاب کا

اور اک عین اس وجود کو ہونا ہو تو روح کا تعلق اس سے قائم کرنے کے لیے اس کو سلامت رکھنا چاہیے تھا۔

میت کا بکسرا ہوا لڑکا پیر زیر زمین ہو اور روح علیین یا اعلیٰ علیین میں ہو۔ ان کے دونوں کے درمیان ثریٰ اور ثریا سے بھی زیادہ فاصلہ ہوتا ہے ایسے میں آپ کی کون گئے گا۔

وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (رعد: ۱۴) بالفرض روح کا اپنے بچے کچھ ذرات سے کسی طرح کوئی تعلق ہوتا بھی ہو تو بھی یہ ثبوت سماع کے لیے کافی نہیں ہے۔ جیسے نیند میں خواب دیکھنے والے کو پاس بیٹھے ہوئے کا کوئی احساس نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کی آواز سنتا ہے۔

عالم مثال ہے :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ محسوس فرماتے تھے یا معراج کی رات آپ نے جو کچھ دیکھا اور نبیوں سے جو گفتگو اور ملاقات ہوئی (اس میں موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں غدار کرتے دیکھنا بھی شامل ہے) وہ سب از قبیل معجزات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اجسام برزخیہ کی مختلف اشکال میں مختلف مقامات پر کشفاً رؤیت کرائی گئی۔

! کسی اور انسان کو قبروں سے کچھ مشاہدہ ہو جائے تو یہ خرق عادت کے طور پر ہے۔ عبرت و موعظت کے لیے ایسا ممکن ہے جیسے حضرت ابن عمرؓ کے متعلق آتا ہے انہوں نے ایک مردے کو قبر سے نکلتے دیکھا جسے عذاب ہو رہا تھا۔ اس کی حالت انتہائی خوفناک ہو رہی تھی کہنے لگا عبد اللہ مجھے پانی پلاؤ پیچھے سے ایک عذاب کا فرشتہ نمودار ہوا کہنے لگا عبد اللہ اسے پانی نہیں پلانا۔ پھر وہ دونوں ایک قبر میں سما گئے۔ ابن عمرؓ اس عجیب منظر سے دمشت زدہ ہو گئے (کتاب الروح)

یہ واقعہ اگر صحیح ہو تو اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو

چاہے ٹی وی پر ان کی طرح عالم مثال کی کوئی جھلک دکھاسکتا ہے۔۔  
ان اللہ علیٰ کل شیء قدير۔

مستنبیات، معجزات، کرامات اور خوارق کو عام دلیل نہیں بنا لینا چاہیے۔ اگر  
عیسیٰ علیہ السلام انجیر پاپ کے پیدا ہو سکتے ہیں وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ایک پتھر  
کی چٹان سے اُدغٹنی پیدا ہو سکتی ہے یا آگ کی تاثیر ٹھنڈی ہو سکتی ہے یا لکڑی کا عصارہ  
اُڑا دیا جاتا ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آن کی آن میں آسمانوں کی سیر فرما سکتے ہیں  
تو یہ قدرت کا عدم قانون نہیں ہے۔

### قیامت سے قبل قیامت

یہ ساری مصیبت اسی لیے کھڑی ہوئی ہے کہ برزخی احوال کے بارے میں  
بیان شدہ احادیث کو دنیوی احوال پر منطبق کر لیا گیا ہے۔

چاہیے تو یہ تھا قرآن حکیم کی محکم آیات کو اصل قرار دے کر صحیح احادیث  
کی تعبیر ان کے مطابق کی جاتی۔ مگر ہوا یہ کہ حدیثوں کو غلط رنگ دے کر  
قرآنی آیات کی تاویل کر ڈالی گئی اور اس سلسلہ میں صحیح اور ضعیف تک کا  
اقتیاد نہ کیا گیا۔ یہ صرف اس لیے کھڑی ہوئی کہ زندہ کر دیا جائے۔ چاہے ایمان کی  
موت ہی واقع ہو جائے۔ مردوں کو زندہ کرنے والے قیامت سے قبل  
قیامت ڈھکے دیتے ہیں۔ شاید ان کے ہاتھ کیس سے صورتیں نکل آئیں۔  
فاما الذین فی قلوبہم ذلیف فیتنبعون ما تشاہ بہ منہم ابتغاء  
المقتنة وابتغاء تاویلہ لآل عمران : ۷۵

رجح کے دلوں میں بیماری ہے وہ فتنہ تاویل چاہتے کے لیے تشابہات  
کی پیروی کرتے ہیں۔

### انسانی سمجھ کا لحاظ

ایسی کئی مثالیں ہیں۔ ایک شے جس طرح ہمیں نظر آتی ہے حقیقت میں  
وہ اس طرح نہیں ہوتی مگر ہمارے سمجھانے کو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح بیان فرما

دیتے ہیں جیسے وہ ہمیں نظر آتی ہے۔

مثلاً فرمایا انزل من السماء ماء (اس نے آسمان سے پانی اتارا) حالانکہ پانی بادلوں سے آتا ہے۔

فرمایا کل فی فلك یسبحون (یہ سب آسمان میں تیرتے ہیں) حالانکہ سورج، چاند، تارے اور اسے بہت نیچے ہیں۔

ذوالقرنین کے متعلق فرمایا:-

حتى اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة (الکہف ۸۶) بیان کیا کہ جب وہ سوچ ڈوبنے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک لؤلؤ کے خیمے میں دبتے پایا حالانکہ سورج اسے بہت کمے تھا۔

بلکہ خود اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ رات پچھلے پر دنیا والے آسمان پر تشریف لے آتا ہے (عن ابی ہریرہ بخاری ص ۱۵۳)

ظاہر ہے ان سب مثالوں میں ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے صرف ہمارے سمجھنے کو یہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ احادیث میں میت کے جواہر بیان ہوئے ہیں ان کی صورت بھی کچھ ایسی ہی ہے میں نہیں سمجھ سکا یوں ظاہری مذہب انہیں اچھا نہیں لگتا اس پر ہمیشہ زبان طعن و راز کرتے ہیں مگر سماع موتی کے مسئلہ میں ان کے عقائد کیوں ٹھیک ظاہریت کا مظہر بن گئے ہیں شاید اس سے اپنے بزرگوں کو ایصال ثواب مقصود ہے۔

مولانا حسین علیؒ

خدا خوش رکھے مولانا حسین علی رحمہ اللہ کو کہ ان کی کوششوں سے اہل دیوبند کا ایک طبقہ توحید سے آشنا ہوا۔ ورنہ ان میں سے اکثر موحدین بدیلویوں سے بھی گئے گزرتے ہیں۔

سُن بھی لے تو کیا ہے

میں کہتا ہوں میت بالقرن سُن بھی لے تو کیا ہے۔ جیتے جی کوئی کسی کی بگڑی نہ بنا سکا۔ کسی کی تقدیر نہ بدل سکا۔ عالم اسباب سے ہٹ کر کوئی کسی کے

کچھ کام نہ آسکا۔ مگر اس نے کیا توپ چلا یعنی ہے۔ کیا مرنے کے بعد اس کے اختیارات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیا وہ گورنر لگ جاتا ہے یا اسے فداائی ملتی ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لِنَبَأِ كَمَوْلَا انْفُسِهِمْ

نبی ص ۱۹۴ (اعراف)

”جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی

مدد پر قادر ہیں۔“

ان تَدْعُوهُمْ لَا يَسْتَمِعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَا يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشَرَكُمُ وَلَا بَيْنَكُمْ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر: ۱۷)

”اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر تم

تو جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز تمہارے شرک کا

انکار کریں گے“

مواعلاتی رابطہ

ہم عالم دنیا میں ہیں۔ فوت شدگان کا قیام عالم برزخ میں ہے جس طرح ادھر

سے ادھر کوئی رپورٹ نہیں آتی اسی طرح ادھر سے ادھر کوئی اطلاع نہیں پہنچتی

تادم تحریر کسی مادی یا روحانی سائنس نے ایسا آلہ ایجاد نہیں کیا جس سے ان

دونوں جہانوں کے درمیان مواعلاتی رابطہ قائم ہو سکے۔

ومن دراء ہم برزخ الی یوم یبعثون (ان کے درمیان قیامت تک

پہرہ حائل ہے)

بفرض محال کسی طرح ان تک ہماری آواز پہنچ جائے لیکن وہ کچھ نہ کر سکیں

توفائدہ ؟

میت فریاد رس نہیں فریادی ہے

صحیح پوچھیے تو زندوں کو مُردوں کی نہیں بلکہ مُردوں کو زندوں کی ضرورت

ہے۔ زندہ مُردوں سے مدد مانگیں بے عقلی کی انتہا ہے۔

مفتی ارشاد فرماتے ہیں :-

ما البیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب دام و اخ او صلیق فاذا الحقة کان احب الیه من الدنیا وما ینسہا دان اللہ لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدایت الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم دعن ابن عباس رضی اللہ عنہما "قبر میں مُردہ ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو فریاد کر رہا ہو اسے یہ انتظار ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ بھائی اور دوست اس کے لیے دُعا کریں۔ یہ دُعاؤں سے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دُعاؤں کی وجہ سے اہل قبور کو پہاڑوں جتنا ثواب پہنچاتا ہے اور زندوں کی طرف سے مُردوں کے لیے سوغات ان کے لیے استغفار کرنا ہے۔"

مفہوم واضح ہے لفظ متغوث ٹوٹ فرمائیے یعنی مرنے والے غوث نہیں جو فریادیں متغوث ہیں یعنی فریاد چاہتے والے۔ وہ ہمارے لیے دُعا نہیں کرتے۔ ہمیں ان کے لیے دُعا نہیں مانگنا چاہیئیں۔

**تقلید کی لاج**

مولانا خرم علی حنفیؒ لکھتے ہیں :-

ہم لوگ اہل تقلید ہیں۔ پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے۔ پھر جن فقہاء کے ہم متقلد ہیں جب ان کی نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اس میں زیادہ گفتگو اور تحقیق کرنا بے موقع ہے (غایت الادطار ترجمہ در مختار ص ۲۹۲) اسے کاش

کاش میری یہ آواز وہ لوگ سن بھی سکیں جنہیں مُردوں کے سننے کا دعویٰ ہے مگر افسوس۔

انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین۔

## حی علی الصلوٰۃ

فاکس کرنے والے اس کتاب میں فرضی اور نفلی نمازوں سے متعلق وہ مسائل بیان کیے ہیں جو عام طور پر کتابوں میں بیان نہیں کیے جاتے اور جن کی نمازیوں کو بہت حیرت رہتی ہے۔ اور وہ آئے دن اپنے علمائے کرام سے کربد کربد کر دریافت کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر دو کتابوں میں ایسے مسائل کم ہی زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اگر کہیں ان کا ذکر ملتا بھی ہے تو اس سے ان کی پوری طرح تشفی نہیں ہوتی۔ اور وہ مزید تحقیق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ بندہ نے حتی الامکان اسی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

مفت روزہ الاعتصام لاہور کے جناب عظیم نامی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔ انداز استدلال نہایت واضح اور طرز بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ جس کو عالم دعائی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے مدارس کے طلبہ اور مساجد کے خطیب اور امام اس کے مطالعے سے اپنی اور دوسروں کی بھی اصلاح کر سکتے ہیں۔ نیز اپنے حنفی معاصرین سے بحث و نظر میں خاص مدد لے سکتے ہیں ہر مسئلے کی توضیح کے ساتھ اس کے تاخذ کا بھی حوالہ موجود ہے۔ جس سے اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ قارئین اس کتاب کو غماز کے موضوع پر نہایت مفید پائیں گے۔ (۹ فروری ۱۹۹۰ء)

حنفی نے اس کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس کی غرض و غایت بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے مقتدی کہیں ان سے اور ان کی کتابوں سے بدظن نہ ہوں جائیں اور کوئی خاص بات نہیں۔ صرف پر وہ ڈالنے کی ایک سعی لاحاصل ہے۔

صفحات ۲۲۴ - قیمت ۳۰ روپے

# قد قامت الصلوة

اس کتاب کو حی علی الصلوٰۃ کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس میں نماز کے مسائل بالترتیب اور تحقیقی انداز میں تحریر کیے گئے ہیں جو بھائی صلوا کا دارالیتامیٰ اصلی کے مطابق نبی علیہ السلام جیسی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہوں یہ کتاب ان کے لیے نعمت غیر منترقبہ ہے۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ قارئین محسوس فرمائیں گے کہ اس کتاب کا ہر نمازی کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

## تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں

اس کتاب میں تبلیغی نصاب کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سراسر حقیقوں کی جماعت ہے۔ اور یہ اس لیے وجود میں لائی گئی ہے کہ سیدھے سادے مسلمانوں کو حقیقت کے حال میں پھنسا یا جاسکے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال بریلویوں بلکہ عیسائی راہبوں سے بہت جلتے جلتے ہیں۔

صفحات ۱۹۲ قیمت : ۳۵ روپے

## وسیلہ

اللہ تعالیٰ کو براہ راست پکارنا چاہیے اور بلا واسطہ اس کی عبادت کرنی چاہیے یا بزرگوں کے دیسے سے؟ یہ مسئلہ اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان ہمیشہ تنازعہ رہا ہے۔ دیکھ اس امر کا ہے کہ اب یہ مسئلہ خود مسلمانوں کے درمیان بھی تنازعہ بن چکا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر مسلم اپنے بڑوں کے بت پوجتے ہیں اور یہ مسلمان قبریں پوجتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ کونسی شے انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور کیا چیز وسیلہ ہے اور کیا چیز وسیلہ نہیں ہے اس کتاب میں اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ صفحات ۱۹۲ قیمت : ۳۵ روپے۔



## ہدایہ عوام کی عدالت میں

خود اکابر علماء حنفیہ نے تسلیم کیا ہے کہ ہدایہ دیگر کتب فقہ حنفیہ کی روایتیں ناقابل اعتماد ہیں۔ اس کتاب میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے اور چند نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں جس سے اصاغر احناف صحیح اُٹھے اور جوانی کا رد وائی شروع کر دی۔ مگر افسوس کہ جواب میں جواب نہ ہونے کے برابر ہے البتہ گالیاں بہت زیادہ ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

صفحات ۷۲ - قیمت ۱۵ روپے

## تین طلاقیں (طبع دوم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک بیک وقت دمی ہوئی تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی ہیں۔ پھر لوگوں کی جلد بازی کی وجہ سے (رد عمل کے طور پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو تین قرار دے دیا (عن ابن عباس - مسلم) ظاہر ہے کہ اصل حکم وہی ہے جو پہلے تھا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اکٹھی تین طلاق کو تین قرار دیا ہو۔ حنفیہ کے نزدیک یہ صحیح حدیث قابل عمل نہیں ہے۔ یہ اکٹھی دمی جاتی تین طلاقیں کو تین قرار دیتے ہیں اور اس میں مبتلا افراد کو یا تو یہ میاں سوز مشورہ دیتے ہیں کہ ایک رات کے لیے کسی (مولوی صاحب) سے اپنی بیوی کا حلالہ کر آؤ یا پھر چپکے سے کان میں کہتے ہیں الحمد للہ سے فتوے لے آؤ۔ اس معرکہ الادب کتاب میں اسی مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کا پیش لفظ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا۔ صفحات ۱۷۶ - قیمت ۲۰ روپے

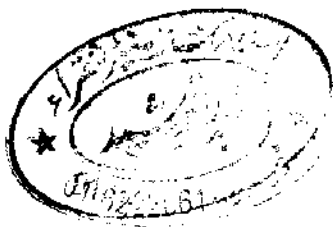
# فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

حقیقہ کو فتاویٰ عالمگیری پر بہت ناز ہے۔ بقول ان کے اسے پانچ سو علماء نے ترتیب دیا ہے۔ جب بھی اسلامی نفاذ کی بات ہوتی ہے ان سب کی یہ کوشش ہوتی ہے کسی طرح یہ نافذ العمل ہو جائے۔ عام مسلمانوں کو جو تکہ صحیح و اقصیت نہیں ہوتی اس لیے وہ ان کی باتوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں خاکسار نے اپنی کتاب میں فتاویٰ عالمگیری کے متعدد اقتباسات درج کیے ہیں تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ یہ فتوے کتاب و سنت کا بدل نہیں بلکہ غلط کامیاد و ہم لٹم بٹیم کے بیٹے بے حد دردگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ جو شخص ایک دفعہ یہ کتاب پڑھ لے گا انشاء اللہ پھر وہ ساری عمر فتاویٰ عالمگیری کا نام نہیں لے گا۔

## تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں (طبع دوم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دم ثابت ہے تعویذ ثابت نہیں۔ ہمارے معاشرے میں تعویذ فرو جاؤ گروں نے جو اندھیر نگری۔ فراڈ بازی اور گھوڑ مار مچا رکھی ہے اور جس قسم کے لائل کا سہارا لے رکھا ہے اس پمفلٹ میں ان کا کامیاب رد کیا گیا ہے۔

صفحات ۴۰ - قیمت ۸ روپے



## ملنے کے پتے

ادارۃ احیاء السنۃ، گھر جاکھ، گوہرانوالہ

گوہرانوالہ

مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوہرانوالہ

گوہرانوالہ

مکتبۃ القرآن والحديث جنگی محلہ پشاور

پشاور

جامعۃ الاثریہ جہلم، الاثریہ پشاور

پشاور

دارالکتب رحمانیہ امین پورہ بازار فیصل آباد

فیصل آباد

مکتبہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

راولپنڈی

مکتبہ ثنائیہ جامع مسجد اہل حدیث ۱۹ بلاک سرگودھا

سرگودھا

فاروقی کتب خانہ بوہڑ گیٹ ملتان

ملتان

مکتبہ اہل حدیث غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

لاہور

مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ اہلحدیث چوک کورٹ روڈ کراچی